اُصولِ دین

میں شیعہ کیوں ہوا؟

مع

مذہب سُنیہ پر سَو سوال

مُصنّف

عبدالکریم مشتاق ادیب فاضل

(جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں)

اُصُولِ دِین

میں شیعہ کیوں ہُوا؟

مع

مذہبِ سُنّیہ پر سَو (۱۰۰) سوال

مُصنّفہ
جنابِ عبدالکریم مشتاق

ناشر

رحمت اللہ بک ایجنسی، ۱۳۵ موتن مارکیٹ، بالمقابل میمن مسجد
ایم۔ اے۔ جناح۔ کراچی ۲

چوتھا ایڈیشن
قیمت دو روپیہ

مطبوعہ، شیخ شوکت علی پرنٹرز۔ کراچی

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	پیش لفظ	۳
۲	توحید باری تعالیٰ	۵
۳	(ا) حلول	۶
۴	(ب) بری صفات	۹
۵	(ج) ترکیب	۷
۶	(د) علمِ خدا کی نفی	۷
۷	عدل	۹
۸	نبوت و رسالت	۱۱
۹	پیغمبر کے لیے معصوم ہونا کیوں ضروری ہے؟	۱۵
۱۰	امامت	۱۷
۱۱	(ا) جانشینِ رسولؐ کی انتہائی ضرورت کیوں ہے؟	۱۸
۱۲	(ب) نائبِ رسولؐ کا بھی رسولؐ کی طرح معصوم ہونا ضروری ہے	۲۰
۱۳	(ج) امام غائب علیہ السلام	۲۸
۱۴	(د) بروئے حدیث بھی ائمہ اثنا عشر صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین ہی پیغمبرؐ کے حقیقی جانشین ہیں	۲۹
۱۵	قیامت	۳۳
۱۶	نجات	۳۶
۱۷	مذہب حنفیہ پر سو سوال	۳۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اللہ ہی لائقِ حمدِ خاص ہے جس نے موجوداتِ عالمین کی ہر شئے کو ایسا بنایا کہ جیسا بنانے کا حق تھا، اور درود و سلام ہے ان نفوسِ قدسیہ پر جن کو اس نے مخلوقات کی ہدایت کے لئے اپنے نمائندے مقرر فرمایا۔

آج علوم و فنون کا دَور دورہ ہے، انسان تسخیرِ کائنات میں سرگرمِ عمل ہے اور چاند مسخر ہو چکا ہے۔ لیکن معرفتِ خالق کا فقدان ہے، ہادیانِ برحق نے جہاں علوم و فنون اور رشد و ہدایت کے سدا رواں دواں دریا بہا دیے ہیں جہاں ان کی باریک بین اور بصیرت افروز نگاہوں نے صدیوں پہلے ان حقائق کی نقاب کشائی کی ہے، جو مدتوں کی تگ و دو کے بعد آج منکشف ہوئے ہیں وہاں خدا شناسی (جو کہ فطرتِ انسانی کا خاصہ ہے) کو بھی تعلیم فرمایا ہے۔

افسوس ہے کہ زمانہ نے ان کے اقوالِ پُر حکمت پر غور کرنا غیر مناسب سمجھا اور بے راہ بھٹکتا رہا، یہی وجہ ہے کہ دنیا کو آج بھی امامتِ کبریٰ کی حقیقی و معنوی عظمت کا اندازہ نہ ہو سکا۔

رسالۂ ہذا میں جہاں ناچیز نے اپنے کئی اعزا و احباب کے استفسار کو کہ "میں نے اپنا آبائی مذہب (اہلسنت والجماعت) کیوں ترک کیا؟ اور مذہبِ امامیہ کن خصوصیات کی بنا پر قبول کیا؟" کا جواب لکھنے کی کوشش کی ہے، وہاں یہ دعوت بھی دے رہا ہوں کہ معیارِ علم پر تمام اماموں کو دیکھیں۔ واللہ ائمہ اثنا عشر کے علاوہ کوئی امام ایسا نہ ملے گا جو الراسخون فی العلم کا مصداق ہو (مؤلف)

نوٹ: کتاب "فروعِ دین" "میں نے سنی مذہب کیوں چھوڑا؟" مع مذہب حنفیہ پر ہزار سوال منظرِ عام پر آ رہی ہے جس میں مصنف نے ان وجوہات کو مفصل بیان کیا ہے جن کے باعث انہوں نے مذہب حنفیہ ترک کیا اس کا مطالعہ ہر مومن کیلئے مفید اور ضروری ہے (ناشران)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مروّجہ مذاہبِ عالم میں ہر صاحبِ مذہب یہی دعویٰ رکھتا ہے کہ وہ اور اسی کے مذہب والے حق پر ہیں اور دیگر تمام اس کی نظر میں باطل پر ہوتے ہیں۔ لیکن یہ ہرگز زیبا نہیں کہ منصفانہ و غیر متعصبانہ تحقیق کے بغیر اپنے آپ کو دوسروں پر ترجیح دی جائے، چنانچہ راقم الحروف کو ربُّ العزّت نے توفیق بخشی کہ مذہبِ حقّہ کی تلاش کروں۔ جہاں تک مطالعۂ کتب اور تحقیقات نے پہنچایا میں یہ دعویٰ عام کر رہا ہوں کہ ادیانِ عالم میں صرف "دینِ اسلام" ہی مہذّب و مقدّس اور پاک و منزّہ ہے، لیکن بدقسمتی سے اسلام بھی کئی گروہوں میں بٹ گیا ہے اور متلاشیِ حق کے لئے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل جوئے شیر لانے کے برابر ہے (ملّتِ اسلامیہ کے سوا) ہر ملّت میں ایسے امور پائے جاتے ہیں جن سے سلیم طبائع کو نفرت ضرور پیدا ہوتی ہے۔ اس کے برعکس "مذہبِ شیعہ اثناء عشریہ" میں جتنے عقائد باتیں ہیں وہ اس قدر جچی اور تلی ہوئی ہیں کہ ان میں حرف گیری کی گنجائش ہی نہیں ملتی۔ "مذہبِ شیعہ اثنا عشریہ" کی نسبت بلاشبہ کہا جا سکتا ہے کہ عالم کے تمام مذاہب سے ممتاز ہے اور اس سے زیادہ کوئی مذہب مہذّب اور لائق تقلید نہیں۔ یہی مذہب عقل و دانش کا مقتضیٰ ہے۔ صرف اور صرف اسی مذہب کے مسلّمات ادراک و خرد کے عین مطابق اور ہمنوا ہیں۔ مذہبِ شیعہ کے مطابق اسلام کی اساس مندرجۂ ذیل پانچ اصولوں پر ہے:- (۱) توحید (۲) عدل (۳) نبوّت و رسالت (۴) امامت (۵) قیامت

چنانچہ اب ہم دیکھتے ہیں کہ مذہبِ شیعہ کن خصوصیات کی بنا پر عالم کا مقدّس ترین مذہب ہے اور مندرجۂ بالا پانچوں اصول فرداً فرداً زیرِ بحث لاتے ہیں۔

توحیدِ باری تعالیٰ

یوں تو ہر مذہب تقدیسِ باری تعالیٰ کا مدعی ہے لیکن کوئی تو اسے مجسّم مانتا ہے اور اس عقیدہ کا حامل ہے کہ اس پر تمام عوارض طاری ہوتے ہیں، مثلاً چلنا، پھرنا، سونا، کھانا، پینا اور رونا وغیرہ جیسا کہ یہودیوں کا خیال ہے، چنانچہ بائبل پرانا عہد نامہ "پیدائش" میں ہے کہ "جب خدا نے طوفانِ نوحؑ سے تمام مخلوقات کو تباہ و برباد کر دیا تو اُسے انتہائی افسوس ہوا، وہ اپنے کئے پر نادم ہوا، خوب رویا اور کئی دن تک اُس کا رونا تھا، یہاں تک کہ اس کی آنکھیں سوج گئیں اور فرشتوں نے اس کی بیمار پرسی کی"۔ یا یہ کہ "خدا ابراہیمؑ کے پاس آیا، وہ اس کی تعظیم کے لئے اٹھے، اس کو ایک درخت کے نیچے بٹھایا تاکہ اپنے خیمہ سے پانی لا کر اس کے پیر دھلوئیں اور روٹی لا کر اس کو کھلا دیں"۔ اسی طرح بائبل میں ہے کہ "اس نے کہا تیرا نام آگے کو یعقوب نہیں بلکہ اسرائیل ہوگا۔ کیونکہ تو نے خدا اور آدمیوں کے ساتھ زور آزمائی کی اور غالب ہوا (یعنی یعقوبؑ خدا پر غالب آئے معاذ اللہ) (بائبل پرانا عہد نامہ پیدائش باب ۳۲ فقرہ ۲۸) مزید لکھا ہے کہ "یعقوبؑ نے رحم میں اپنے بھائی کی ایڑی پکڑی اور وہ توانائی کے ایام میں خدا سے کشتی لڑا" (ہوسیع باب ۱۲ فقرہ نمبر ۲)

ظاہر ہے کہ ایسی باتیں انتہا درجہ کی رکیک اور غیر معقول ہیں اور معبودِ برحق کی یہ شان ہرگز نہیں ہو سکتی، اسلامی فرقہ مجسّمہ کے عقائد بھی ایسے ہی ہیں۔ یہ لوگ خدا کو مجسّم تسلیم کرتے ہیں اور تمام گوشت، پوست، خون، ہاتھ، پاؤں، کان، ناک وغیرہ سب کچھ اس کے لئے تجویز کرتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ شہرستانی نے اپنی کتاب الملل والنحل میں لکھا ہے کہ ابو داؤد ظاہری اور اس کے تابعین کا یہی مسلک تھا۔ نیز دیکھئے

"تقویۃ الایمان"، مصنف اسمٰعیل دیوبندی میں خدا کے بوجھ سے عرش کا چرچرانا۔

حلول

کوئی اس بات کا قائل ہو گیا ہے کہ اللہ پر حلول جائز ہے۔ یعنی وہ جس جسم میں چاہے داخل ہو جائے اور اپنا عمل کرنے لگے، جیسا کہ ہنود مت کا عقیدہ ہے۔ ان کے نزدیک اوتار وہ لوگ ہیں جن میں خدا نے جنم لیا تھا (معاذ اللہ) جیسے رام چندر جی وغیرہ۔ اگرچہ اب آریوں کے ریفارمروں نے اس خیال سے اختلاف کیا ہے لیکن پرانا مذہب اہلِ ہنود یہی ہے حالانکہ حلول کرنیوالا مظروف ہو کر محدود ہو جائے گا۔ بعض صوفیا کا عقیدہ "ہمہ اوست" یعنی ہر چیز خدا ہے، عقیدۂ حلول ہے۔" ان کا اور تمام ہنود کا یہ اعتقاد مشترک ہے یہاں تک کہ ان کی رائے میں اللہ کا حلول کتے بلی سے بھی گھٹیا جانوروں اور خنزیروں میں جائز ہے (معاذ اللہ) خود اپنے نفس میں حلول کرنے کے تو بہت سے قائل ہیں۔ مثلاً منصور نے اپنے کو "انا الحق" کہا۔ یا بایزید بسطامی نے خود کو "یزداں" کہہ دیا جیسا کہ مولانا روم نے لکھا ہے ؎

با مریداں آں فقیر محتشم   بایزید آمد کہ یک یزداں منم

یہ رائے بھی درست نہیں کیونکہ کہاں خدائے ذوالجلال اور کہاں حلول؟ یہ عقیدہ انہیں لوگوں کا ہو سکتا ہے جو معنیِ واجب الوجود اور ممکن الوجود سے بے بہرہ ہیں، وہ یہ بھی نہیں سمجھتے کہ ہر متشکل اور ہر مجسم محدود ہوتا ہے۔

بُری صفات

بعض لوگ اس بات کے بھی قائل ہو گئے کہ پروردگارِ عالم معاذ اللہ جھوٹ بھی بول سکتا ہے، چنانچہ اس مطلب کی نفی میں مولوی عبد اللہ ٹونکی پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور نے ایک مستقل رسالہ لکھا۔ کچھ لوگوں کے نزدیک اللہ کو جزئیات کا علم ہی نہیں (معاذ اللہ) جیسا فلاسفۂ یونان کا مذہب ہے۔ اسلامی فرقۂ اشاعرہ تو خدا کو محتاج بھی مان لینے سے گریز نہیں کرتا۔

حالانکہ خدا کے لئے احتیاج ایسا نقص ہے جس کے بعد وہ واجب الوجود ہی نہیں رہ سکتا اور اس کی تردید متکلمینِ اسلام کرتے آئے ہیں۔

ترکیب

کسی مذہب کی رائے ہیں صفاتِ الٰہیہ میں خدا کے علاوہ اور بھی شریک ہیں، مثلاً عیسائی خدا کے علاوہ قدم و وجود میں روح القدس اور مسیح کو بھی شریک مانتے اور خدا کو تین اقنوم کا مرکب سمجھتے ہیں۔ حالانکہ خدا کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرنا اس کی وحدانیت کی نفی کرنا ہے۔ اسی طرح آریہ لوگ خدا کو روح اور مادہ کا مرکب قرار دے کر روح اور مادہ کو ازلی قرار دیتے ہیں۔

علمِ خدا کی نفی

بعض مسلمانوں کے نزدیک (معاذ اللہ) خدا خود بھی دوزخی و معذب ہے جیسا کہ صحیح بخاری جلد ۳، پ ۳۰ کتاب توحید درد جہمیہ حدیث نمبر ۲۲۳، مترجم مرزا حیرت دہلوی صفحہ ۵۳۸ میں ہے کہ "انس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخی دوزخ میں ڈالے جائیں گے اور دوزخ کہے گی ھَلْ مِنْ مَّزِیْد، ھَلْ مِنْ مَّزِیْد یہاں تک کہ پروردگار اس میں اپنا پیر رکھ دے گا وہ سمٹ جائے گی اور کہے گی بس بس قسم ہے تیری عزت کی۔" ذرا غور کیجئے جس قوم کا خدا ہی دوزخی ہو گیا اس کے بندوں کے جنتی ہونے کا کیا امکان رہ گیا؟ علاوہ ازیں اس روایت کا مقصد یہ ہے کہ خدا نے دوزخ کو غلط انداز سے بنایا (معاذ اللہ) جس کی وجہ سے دوزخ ضرورت سے بڑا بن گیا۔ اس طرح علمِ خدا کی نفی کی جاتی ہے ؎

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملّا   کارِ طفلاں تمام خواہد شد

صحیح بخاری کے معتقدین کے عقیدہ کے مطابق (معاذ اللہ) اللہ کے لئے شر بھی جائز ہے، جیسا کہ صفتِ ایمانِ مفصل میں کہا جاتا ہے اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَ

وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ ہ (ترجمہ) "میں ایمان لایا اللہ پر اور اُس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور تقدیر پر اُس کی خیر اور اس کا شر منجانب اللہ تعالیٰ ہے اور موت بعد جینے پر۔"

عقلِ انسانی ایسے خدا کو قبول کرنے سے گریز کرتی ہے جو شر پھیلانے والا ہو۔

الغرض یہ خصوصیت صرف اور صرف مذہبِ شیعہ ہی کی ہے کہ وہ اپنے پروردگار کو انتہا درجہ کا مقدس اور منزہ لاشریک لہٗ، بے مثل، خالقِ ازلی الوجود، واحد احدی الذات، عالمِ کلیات و جزئیات، حلول سے بری، غیر محتاج، زمانہ و زمانیت سے بالاتر، قادرِ مطلق، حاکم با اختیار اور شر سے بَری مانتا ہے، نہ اس کے لئے جسم تجویز کرتا ہے کہ جس سے نقص لازم آئے، نہ اس کی صفات کو ذات سے الگ مانتا ہے کہ اپنے اوصاف کا محتاج قرار پائے اور اس کی غنائے ذاتیہ میں فرق آئے بلکہ کہتا ہے ھواللہ الواحد القادر العلیم الغنی القہار السبوح القدوس الملک السلام الراحم الغفار الملک ولہ الحمد لا الٰہ الا ھو العزیز الحکیم ہ

لہٰذا میں یہ دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہوں کہ دنیا کے تمام مذاہب کو بخوبی جانچ لیا جائے، مذہبِ شیعہ جیسا درست، بے عیب اور مطابقِ عقل و فطرت مذہب کوئی کبھی نہیں ملتا۔

عدل

مذہبِ شیعہ حقہ کے مطابق اسلام کی دوسری اصل عدلِ باری تعالیٰ ہے۔ عدل سے مقصود یہ ہے کہ اللہ عادل اور داد گستر ہے، وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا، اس کے تمام کام حکیمانہ اور جملہ امور خیر و عدل پر مبنی ہیں جن سے بنی نوعِ انسان کو فلاح حاصل

ہوتی ہے جس چیز کا ارادہ اس کی ذات کرے وہی درست ہے، اور جو اس کی مشیت ہو وہی عین صواب ہے، یہ نظریہ نہایت واضح اور یہ عقیدہ ایک روشن برہان پر اساس رکھتا ہے، کیونکہ ظلم بذاتہٖ زشت اور نازیبا ہے لہٰذا محال ہے کہ ایک نازیبا کام اور ایک شنیع و قبیح فعل خدا تعالیٰ کی ذاتِ سبحانی سے صادر ہو، اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ ایسا کام جو بندوں سے بھی گوارہ نہیں اُسے وہ خود کرے یہ اس کی شانِ تقدیس و تنزیہ کے خلاف ہے، اس کی شان اس سے بلند ہے۔

ظلم کے محرکات کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا بڑا سبب یا تو نادانی اور جہالت ہے یا احتیاج و مجبوری اور دست نگری۔ ہم کسی پر ظلم کریں تو اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ ہم ظلم کے مفاسد سے بے خبر ہوتے ہیں۔ یا ہمیں یہ کھٹکا ہوتا ہے کہ وہ ہمارے پنجۂ استبداد سے نکل نہ جائے، وہ قادرِ مطلق تو پوری پوری قدرت رکھتا ہے۔ اس کی شانِ صمدیت سے ایسا کیونکر ممکن ہے کہ وہ علیم و حکیم، قدرتِ محیط کا مالک ظلم کو روا رکھے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ سے ایسا کام سرزد ہو جو ایک ادنیٰ آدمی کو بھی زیب نہ دے؟ کیا خدا ایسا ہو سکتا ہے؟ خود میاں فضیحت دیگراں را نصیحت!

پس جو تصرف بھی وہ فرماتا ہے اس میں حکمت کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور ہوتا ہے۔ اگر کسی پر انعام و اکرام ہوتا ہے تو واقعی وہ شخص اس کا مستحق ہوتا ہے۔ اگر کوئی عذاب و سزا میں گرفتار ہوتا ہے تو اس کا سبب اس کے اعمالِ بد ہوتے ہیں، اللہ کی ذاتِ پاک کا ہر امر خواہ وہ ظاہری نظر میں بے محل ہی کیوں نہ ہو اپنے اندر حکمت و مصلحت پوشیدہ رکھتا ہے اور کوئی عمل بے محل نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کے عادل ہونے پر عقلِ سلیم کا قطعی فیصلہ ہے، انسانی شعور اُسے تسلیم کرنے میں ذرہ بھر بھی تامل نہیں کرتا کہ ذاتِ ربانی سے کوئی کام بھی ایسا سرزد

ہو جس میں رائی برابر بھی ظلم وجور کا شائبہ ہو، بلکہ اس کا ہر امر عین حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے، قرآن مجید میں عدالت پروردگار کو بڑی صراحت اور وضاحت سے بیان کیا گیا ہے اور کم از کم چالیس آیاتِ بینات اس عقیدہ کی مؤید ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ کسی اور مذہب میں بھی اللہ کو عادل تسلیم کیا جاتا ہو لیکن یہ ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ سوائے مذہبِ اہلبیتؑ کے اس عقیدہ کو کسی دوسرے مذہب نے اپنے اصولِ دین میں جگہ نہیں دی، ہم مطالعہ اور ریسرچ سے اس نتیجے پر پہونچے ہیں کہ مذہب یہود و نصاریٰ کے نزدیک (معاذ اللہ) خدا ظالم بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ بائبل کے پرانے عہدنامے "خروج" ۲۰ب فقرہ ۵ میں یہ الفاظ خدا کی طرف منسوب کئے گئے ہیں:

"جو مجھ سے عداوت رکھتے ہیں، ان کی اولاد کو تیسری اور چوتھی پشت تک باپ اور دادا کی بدکاری کی سزا دیتا ہوں۔"

بائبل کا یہ فقرہ معاذ اللہ خدا کو بے انصاف اور ظالم ثابت کرنے کی کوشش میں لکھا گیا ہے کہ بدکاری تو باپ اور دادا کریں اور سزا اولاد کو ملے۔ جو اس کی شانِ کبریائی کے صریحی خلاف ہے، اور قرآن میں ہے کہ کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ "خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ" پڑھنے والے مسلمان بھی خدا کے ظالم ہونے کے قائل ہیں کیونکہ صفتِ ایمانِ مفصل میں یہ اقرار کیا جاتا ہے کہ شر اور خیر دونوں اللہ کی طرف سے ہیں، افسوس کہ وہ لوگ یہ بھی نہیں سوچتے کہ شر ہی تو ظلمِ عظیم ہے، اور اگر یہ بھی خدا کی طرف سے ہو تو معاذ اللہ اس سے بڑا ظالم اور کون ہو سکتا ہے۔ اور جب خالق ہی ظالم قرار پا گیا تو مخلوق سے کیا توقع کی جا سکتی ہے، لہٰذا صاف ظاہر ہے کہ معبودِ سبحان و قدوس کی جانب شر کو منسوب کرنا عقیدہ باطل ہے۔

عقیدۂ عدل، عقل و دانش کے تقاضے [illegible] کرتا ہے، اور یہ عقیدہ مذہب حقّہ امامیہ ہی کی خصوصیت ہے کہ خدا کو وحدہٗ لاشریک ہونے کے ساتھ ساتھ ظلم سے منزّہ، عادل و منصف بھی تسلیم کیا جائے۔

نبوّت و رسالت

اگرچہ اکثر مذاہبِ دُنیا نے ضرورت نبیؐ و رسولؐ کو تو تسلیم کیا ہے مثلاً یہود و نصاریٰ تمام اہلِ اسلام وغیرہ۔ لیکن مذہبِ امامیہ نے اپنے رسولؐ کو جیسا پاک تسلیم کیا اس طرح کا پاک رسولؐ کو کسی دوسرے مسلم فرقہ نے بھی تسلیم نہیں کیا۔ یہودیوں نے اپنے نبی کے لئے زانی ہونا پسند کر لیا، جیسا کہ حضرتِ لوطؑ کے متعلق بائبل پرانا عہدنامہ پیدائش میں ہے کہ انھوں نے معاذ اللہ اپنی بیٹیوں سے زنا کیا۔ (نعوذ باللہ من ذالک نقلِ کفر کفر نباشد)

حضرت داؤدؑ پر یوں الزام تراشی کی گئی ہے۔ (بائبل پرانا عہدنامہ سموئیل ب ۱۱۔ فقرہ ۲ تا ۵)

"اور شام کے وقت داؤد اپنے پلنگ پر سے اٹھ کر بادشاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا، اور چھت پر سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی، اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی، تب داؤد نے لوگ بھیج کر اس عورت کا حال دریافت کیا، اور کسی نے کہا کیا وہ الغام کی بیٹی بت سبع نہیں جو حتی اوریاہ کی بیوی ہے، اور داؤد نے لوگ بھیج کر اسے بلا لیا، اور وہ اس کے پاس آئی اور اس نے اس سے صحبت کی (کیونکہ وہ اپنی ناپاکی سے پاک ہو چکی تھی) پھر وہ اپنے گھر چلی گئی اور وہ عورت حاملہ ہو گئی، سو اس نے داؤد کے پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں"

پھر فقرہ ۱۴ اور ۱۵ کے الفاظ یوں ہیں "صبح کو داؤد نے یوآب کے لئے ایک خط لکھا

اور اسے اوریاہ کے ہاتھ بھیجا، اس نے خط میں یہ لکھا کہ اوریاہ کو گھمسان میں سب سے آگے رکھنا اور تم اس کے پاس سے ہٹ جانا تا کہ وہ مارا جائے اور جان بحق ہو۔

اسی طرح عیسائیوں اور یہودیوں کے نزدیک نبی حکم عدولی، بدکار اور مشرک بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ بائبل پرانا عہد نامہ سلاطین باب ۱۱ فقرہ ۶ میں ہے۔

"اور سلیمان نے خداوند کے آگے بدی کی اور اس نے خداوند کی پوری پیروی نہ کی جیسی اس کے باپ داؤد نے کی تھی۔" اسی باب کے فقرہ ۴ تا ۵ میں ہے:-

"کیونکہ جب سلیمان بوڑھا ہو گیا تو اس کی بیویوں نے اس کا دل غیر معبودوں کی طرف مائل کر لیا، اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کے ساتھ کامل نہ رہا جیسا کہ اس کے باپ داؤد کا دل تھا، کیونکہ سلیمان صیدانیوں کی دیوی عستارات اور عمونیوں کے نفرتی ملکوم کی پیروی کرنے لگا۔"

عیسائیوں کے نزدیک تمام انبیاء معاذ اللہ چور ڈاکو تھے۔ جیسا کہ انجیل یوحنا باب ۱۰ فقرہ ۸ میں یوں مرقوم ہے۔

"پس یسوع نے ان سے پھر کہا۔ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ بھیڑوں کا دروازہ میں ہوں۔ جتنے مجھ سے پہلے آئے سب چور اور ڈاکو تھے۔"

عیسائیوں نے مسیح کو بھی لعنتی تسلیم کیا ہے (نعوذ باللہ) جیسا کہ بائبل نیا عہد نامہ گلتیوں کے نام پولس "رسول" کا خط باب ۳ فقرہ ۱۳ "مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا۔ اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔"

ہندوؤں نے کسی رسول کی ضرورت ہی کو تسلیم نہیں کیا ہے اور اگر کرشن جی کو اوتار مانا ہے تو یوں کہ ان کو سوائے بانسری بجانے، راگ گانے اور تالابوں پر جا کر حسین عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کرنے کے کوئی کام ہی نہ تھا۔

غیر شیعہ مسلمانوں نے ضرورت رسول کو تسلیم تو کیا ہے مگر اس کو جائز الخطا بلکہ

خاطی مانا ہے، مثلاً کہتے ہیں کہ حضرت آدمؑ نے معاذ اللہ خدا کی نافرمانی کی اور جنت سے نکال دیئے گئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے معاذ اللہ تین جھوٹ بولے۔ حضرت یونسؑ کو معاذ اللہ ان کے گناہوں کی سزا کے سبب مچھلی کے پیٹ میں رکھا گیا۔ حضرت سلیمانؑ نے معاذ اللہ غرور کیا، اس کی سزا میں کچھ دنوں سلطنت سے محروم رہے۔ امام بخاری نے کوئی لحاظ نہ رکھا اور حضور سرور کائنات صلعم کے متعلق لکھ دیا کہ حضرت عائشہ نقل کرتی ہیں کہ حبشی چھری گدکے سے کھیل کود رہے تھے۔ رسولؐ نے مجھے اپنے پیچھے کر لیا (یعنی کاندھوں پر) اور میں دیکھتی رہی جب تک میں (چاہتی) دیکھے جاتی پھر آپ ہی ہٹ جاتی (یعنی آپ منع نہ کرتے (تم بھی) نوعمر لڑکی کی قدر کیا کرو جو لہو و لعب سنتی ہو۔" (یعنی باجا، گانا، ناچ وغیرہ) دیکھئے صحیح بخاری حصہ سوم، حدیث ۱۷۶ ص ۷۵ مترجم مرزا حیرت دہلوی۔ "صحیح بخاری شریف"، (جسے غیر شیعہ مسلمان حضرات "بعد از کلام باری" کا درجہ دیتے ہیں) میں مرقوم ہے کہ

"ابو اسید فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نکل کر ایک باغ کے قریب پہنچے جسے "شوط" کہتے تھے۔ جبکہ ہم اس کی دیواروں کے درمیان پہنچے اور وہاں بیٹھ گئے۔ آپؐ نے فرمایا تم یہیں بیٹھے رہو۔ پھر آپؐ اندر تشریف لے گئے، وہاں ایک جونیہ بستان سرائے میں لائی گئی جس کا امیمہ دختر نعمان بن شراحیل نام تھا، اس کے ہمراہ ایک دایہ تھی جو اس کی پرورش کرتی تھی۔ جبکہ رسول اللہؐ اس کے پاس گئے اس سے کہا اپنا نفس مجھے دیدے۔ اس نے جواب دیا بادشاہ زادی بھی بازاری لوگوں کو اپنا نفس ہبہ کر سکتی ہے۔ ابو اسید کہتے ہیں آنحضرتؐ نے سوچا کہ اپنا ہاتھ اس پر رکھ کر اسے تسکین دوں۔ وہ بولی میں تجھ سے خدا کی امان مانگتی ہوں۔ آپ نے جواب دیا تو نے بڑے پناہ دینے والے سے امان مانگی۔

پھر ہمارے پاس چلے آئے اور فرمایا اے ابواسید اسے دو کپڑے رازقی پہنا کر اس کے کنبے والوں کے پاس پہنچادے۔ سہل بن سعد اور ابواسید کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امیمہ بنت شراحیل سے نکاح کیا جبکہ آنحضرتؐ کے پاس لائی گئی۔ آپ نے اس کی طرف ہاتھ دراز کیا، اس نے اسے مکروہ جانا۔ آپ نے اسید کو ارشاد فرمایا اس کا سامان کردے اور دو سفید کپڑے پہنادے۔" (صحیح بخاری حصہ سوئم ص۳۳ حدیث ۲۴۰ مترجم مرزا حیرت دہلوی)

منقولہ روایت اور اسی طرح کی بے شمار توہین آمیز روایات سے امام بخاری اور ان کے معتقدین کا عقیدۂ رسالت نمایاں ہوجاتا ہے۔ ہمیں اللہ ایسے عقیدے سے محفوظ رکھے (آمین)۔ لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسولؐ دینی معاملات میں بھی بھول جایا کرتے تھے اور وہ بھی یہاں تک کہ ایک روز بھولے سے نماز میں بتوں کی صفت وثنا کرنے لگے (معاذ اللہ) کبھی کبھی نماز بھی غائب کردیتے تھے اور قرآن مجید کی آیات بھی عموماً یاد نہ رہتی تھیں جیسا کہ صاحب بخاری شریف لکھتے ہیں۔

"حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسولؐ اللہ نے بوقت شب ایک مرد کو قرآن پڑھتے سنا، پھر فرمایا اللہ اس پر رحم کرے اس نے مجھے فلاں فلاں آیت جو کہ فلاں فلاں سورۃ کی بھلادیا گیا تھا، یاد دلادی۔"

نوٹ:۔ یہ عبارت صحیح بخاری حصہ سوئم حدیث ۳۱، ۳۳، ۳۷، ۱۲۵۸ سے نقل کی گئی ہے۔ عقیدتمندان بخاری سے کوئی غیر مسلم شخص یہ سوال کرسکتا ہے کہ جب (ازروئے بخاری) شارع علیہ السلام ہی قرآن یاد نہ رکھ سکے تو صحت کتاب کی کیا دلیل رہ گئی؟ یہی وہ توہین آمیز اور من گھڑت روایات ہیں جو کتاب "رنگیلا رسول" کی بنیاد بنیں۔ یقیناً عقل سلیم رکھنے والا کوئی شخص

ایسے رسول کو ہرگز تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوسکتا جس کا کردار صحیح بخاری وغیرہ کی مذکورہ روایات کے مطابق ہو۔ عقائد کی پاکیزگی صرف مذہب شیعہ ہی کو حاصل ہے کہ رسولؐ کو ایسے تمام نقائص وعیوب سے پاک اور معصوم مانتا ہے۔ یعنی ایسے پاک رسولؐ مانتا ہے جن سے اول عمر سے آخر تک کسی گناہ یا خطا کا صدور ناممکن ہے۔ رسولؐ کو سب سے بڑا زاہد اور پرہیزگار سمجھتا ہے، جو کبھی ناجائز لذات دنیا کی طرف راغب نہیں ہوئے۔ نیز رسولؐ کو ایسے مؤید من اللہ تسلیم کرتا ہے جن سے کبھی سہو وخطا اور گناہ ہو ہی نہیں سکتا، رسولؐ کو خدا کے احکام اور اس کے منشاء و رضا کا پابند تسلیم کرتا ہے۔ انھوں نے کبھی کسی کی خاطر کسی حکم خدا کی مخالفت نہیں کی اور آپؐ کا کوئی قول اور کوئی فعل رضائے خدا کے کبھی خلاف نہیں ہوا۔ رسولؐ کو اشرف المخلوقات اور سید الانبیاء تسلیم کرتا ہے اور ہر نبی کو گناہ سے پاک مانتا ہے۔

پیغمبر کے لئے معصوم ہونا کیوں ضروری ہے؟

خلاق عالم کی اپنے بندوں پر یہ کمال درجہ شفقت ہے کہ اس مدبر کائنات نے انسان کو عقل وبصیرت کی متاع بخشی تاکہ وہ نیکی اور بدی میں تمیز کرسکے، وہ نہایت مہربان ہے لہٰذا اس نے ہماری ہدایت ورہنمائی کا حسن انتظام فرمادیا، اور اس نے یہ دستور جاری فرمایا کہ اپنے بے عیب اور برگزیدہ افراد کو اپنی نیابت ونمائندگی کے لئے بھیجتا رہا، جو اس کے احکام و فرامین عوام الناس تک پہنچاتے یعنی تبلیغ دین کرتے رہے اور اس کے پسندیدہ دستور حیات پر تہذیب وتمدن کی بنیادیں رکھتے رہے تاکہ لوگ ضلالت و گمراہی میں نہ پڑیں اور ایسے کاموں کے مرتکب نہ ہوں جو اللہ کو ناپسند ہوں۔

ایسے فرستادگان خدا کے لئے معصوم ہونا قطعاً ضروری اور لازم تھا کیونکہ اگر انبیاء کو خدا کا یہ لطف خاص یعنی عصمت حاصل نہ ہوتا تو دو صورتیں ہوتیں۔

ایک یہ کہ یا تو اعلانِ نبوّت سے قبل اس سے خطا سرزد ہوئی ہو یا بعد از اعلان۔ اگر قبل از اعلانِ نبوّت اسے خطا کار تسلیم کیا جائے تو لوگ اُسے خاطی و گنہگار انسان تصوّر کرتے اور اس کے کہنے کا کوئی اعتبار نہ کرتے، اس کے اقوال قابلِ جرح و مشکوک سمجھے جاتے اور مقصدِ نبوّت پورا نہ ہوتا۔ دوسری طرف اگر اعلانِ نبوّت کے بعد والی زندگی میں نبیؐ سے گناہ، خطا و نسیان ممکن تسلیم کیا جائے تو یہ صورت انتہائی خطرناک شکل اختیار کر لیتی ہے کہ ایک شخص خدا کا فرستادہ ہو وہ لوگوں کو تو ترکِ معاصی کی تعلیم دے اور خود گناہ کا مرتکب ہو۔ نسیان یعنی بھول چوک مان لینے سے اس کی شریعت سے ہی اعتماد اٹھ جاتا ہے، اور ممکن ہو جاتا ہے کہ بھول جانے کی وجہ سے اصل احکام کی بجائے کچھ اور ہی سنا دے، یا کسی اہم حکم کو پہنچانا یاد ہی نہ رہے، بتائیے کون عقلمند انسان پھر ایسے خطا کار و گنہگار کی باتوں پر کان دھرتا اور اس کی اطاعت کرتا، لہٰذا ضروری ہے کہ اللہ نے معصوم افراد ہی کو ہی رسالت و نبوّت کا عہدہ عطا فرمایا۔ جو حضرت محمد مصطفےٰؐ پر ختم ہو گیا۔

نیز یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی اپنے جیسے نادان کے سامنے جھکنا پسند نہیں کرتا، اور نہ خدا جاہل کو عالم پر برتری دے سکتا ہے کیونکہ یہ خلافِ عدل ہے۔ اس لئے جن افراد کو نبوّت ملی وہ معصوم ہی تھے، اور اپنے زمانے کے تمام افراد سے زیادہ عالم بھی۔ جنابِ رسالتمآبؐ بعد از خدا تمام کائنات میں سب سے بڑے عالم ہیں۔ اس کے لئے صرف دو دلائل کافی ہیں۔ اوّل یہ کہ آپ سے بڑھ کر قرآنِ مجید کا عالم اور کوئی نہیں، قرآن مجید میں تمام علوم و فنون موجود ہیں لہٰذا کوئی علم ایسا نہیں ہے جس میں رسولؐ معاذ اللہ بے علم ہوں۔ دوم یہ کہ آیتِ قرآن ہے کہ "اے رسولؐ جو تم نہیں جانتے تھے وہ سب ہم نے سکھا دیا" (پ۵ سورۂ نساء آیت ۱۱۳)
اب سوال کرتے جائیے کہ رسولؐ غیب جانتے تھے؟ اگر جانتے تھے تو ٹھیک،

اگر نہیں تو خدا نے بتلا دیا، لہٰذا عالم الغیب ہوئے۔

اُمّی کا مطلب بعض لوگ "اَن پڑھ" لیتے ہیں، حالانکہ یہ غلط ہے۔ اُمّیؐ کا مطلب مکہ کا رہنے والا ہے، کیونکہ قرآن مجید میں مکہ کو "اُمّ القریٰ" یعنی قریوں (بستیوں) کی ماں کہا گیا ہے، چونکہ حضورؐ اُمّ القریٰ کے رہنے والے تھے اس لئے حضورؐ کو "اُمّی" فرمایا۔

امامت

جن لوگوں نے رسولؐ کو محفوظ عن الخطا تسلیم نہیں کیا تو اُن کے جانشین کو معصوم کیونکر ماننے پر تیار رہوں گے؟ انھوں نے حکومت کو معیارِ خلافت بنا لیا اور حکومت پر قابض ہو جانے والوں کو غیر مشروط طور پر خلیفہ مان لیا، عالمین کے رسولؐ کے جانشین کے لئے یہ لازم نہیں سمجھا کہ اُسے عالم، پاک نفس، سخت پابندِ احکامِ خدا ہونا چاہیئے، بلکہ عملاً یہ تسلیم کیا کہ کیسا بھی کوئی شخص ہو، جاہل ہو یا عالم، خود رائے ہو یا پابندِ شرع، بخیل ہو یا غنی سب جانشینِ پیغمبرؐ ہو سکتے ہیں (معاذ اللہ)

یہی وجہ ہے کہ یزید بن معاویہ جیسے فاسق و فاجر شخص کو بھی آنحضرت صلعم کا چھٹا خلیفہ تسلیم کر لیا۔ (دیکھیئے شرح فقہ اکبر مصنفہ ملّا علی قاری حنفی مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیو بند بھارت صفحہ ۹۰) اور عبد اللہ بن عمر ابن خطاب نے مسجدِ نبوی میں یزید کی حمایت و وکالت کرتے ہوئے کہا "ہم نے یزید کی بیعت خدا اور رسولؐ کی بیعت پر کی ہے" (یعنی خدا اور رسولؐ کے موافق بیعت کی ہے) (ملاحظہ ہو صحیح بخاری جلد ۳ کتاب الفتن اور صحیح مسلم جلد ۵ صفحہ ۱۳۶ مطبوعہ سعیدی کراچی۔ "صحیحین" میں ہونے کی وجہ سے محدثین کے نزدیک یہ واقعہ متفق علیہ ہے۔ [illegible] میں ناظم آباد کراچی سے ایک رسالہ "اسلام کہاں ہے؟" از عزیز احمد صدیقی [illegible]

ادارہ تحفظِ ناموسِ صحابہؓ شائع ہوا ہے جو اس بات کی وکالت کر رہا ہے کہ "معاویہ، یزید، مروان اور ولید وغیرہ سب خلفائے راشدین تھے"۔ (رسالہ کے مطابق اسلام یزید کے پاس ہے حسینؑ کے پاس نہیں، نیز رسالہ ہذا شیعہ سنی اتحاد کے سخت خلاف ہے)

مذہبِ شیعہ امامیہ کو جہاں دیگر مسائل میں امتیاز حاصل ہے وہاں مسئلہ امامت مذہبِ شیعہ کو دیگر مذاہب سے ممتاز کرتا ہے۔ یہی مسئلہ صدیوں سے باعثِ نزاع چلا آ رہا ہے، اس لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ اس پر ذرا تفصیلی روشنی ڈالوں۔

جانشینِ رسولؐ کی انتہائی ضرورت کیوں ہے؟

کیا سرکارِ رسالتؐ نے دنیا سے رحلت کے بعد امت کو کونسی حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا؟ ہرگز نہیں۔ آپؐ نے اپنے پیچھے نظامِ زندگی کا ایک منظم و مربوط اور مکمل دستورِ حیات قرآن مجید کی صورت میں چھوڑا۔ یہ امر مسلم ہے کہ تعلیماتِ منعلم کی تفسیر و تشریح کی محتاج ہوا کرتی ہیں جو شخص لوگوں سے چل کر کہ مفہومِ قرآن کو رسولؐ کے ارشادات سے سمجھنے کی بجائے وہی مفہوم تسلیم کر لو جو میں کہوں؎ تو وہ شخص یقیناً گمراہ اور مرتکبِ جہل مرکب ہے۔ بہرحال جب تک حضورؐ ظاہری طور پر اس عالمِ ظاہری و فانی میں موجود رہے، آپؐ لوگوں کو دین کی تعلیم دیتے رہے۔ اختلاف کی صورت میں آپؐ کی طرف رجوع کیا جاتا رہا۔ آپؐ تمام اختلافات مٹا دیتے رہے، لیکن واقعۂ قرطاس کے وقت جو اختلاف پیدا ہوا اور رسولؐ کی موافقت کرنے والوں کے مقابلہ پر مخالفتِ پیغمبرؐ کرنے والا گروہ ظاہر ہو گیا۔ اُس اختلاف کو رسولؐ بھی نہ مٹا سکے، لہٰذا جب کہ اختلاف عہدِ رسولؐ ہی میں ظاہر

؎ تفسیر بالرائے کرنے والے ایسا ہی کہتے ہیں۔

ہو چکا تھا تو ظاہر ہے کہ بعد از رسولؐ بھی باہمی اختلافات کا ہونا ناگزیر تھا۔ اور اس امر کا قوی امکان تھا کہ احکامِ اسلامی کی تعبیرات میں لوگ مختلف الرائے ہوں اور یہ بھی اندیشہ تھا کہ کہیں افرادِ امت کا ذہنی انتشار اور ان کا نظریاتی افتراق جمعیتِ اسلامیہ کے ملی شیرازے کو منتشر کر دے اور ملی یکجہتی کے علاوہ اتحاد، کردار اور عمل نذرِ افتراق نہ ہو جائیں۔ چنانچہ اس خطرہ کو حضورؐ نے متعدد بار اظہار فرمایا، جیسا کہ صحیح بخاری حصہ سوم کتاب الحوض حدیث نمبر ١۴٩٩/٣۴۴ مترجم مرزا حیرت دہلوی میں ہے کہ "عقبہ کہتے ہیں کہ نبیؐ نے اصحاب سے فرمایا کہ قسم ہے خدا کی مجھ کو یہ خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرو گے بلکہ مجھ کو یہ خوف ہے کہ تم آپس میں جھگڑنے لگو گے"۔ اسی طرح حدیث ۱۵۰۱، ٣۴٣ میں ہے کہ "اسماء بنت ابوبکر کہتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حوض پر ٹھہرا رہوں گا کہ تم میں سے کون میرے پاس آتا ہے، اور چند لوگ (اصحاب) میرے پاس سے علیحدہ کر دیئے جائیں گے۔ میں کہوں گا اے پروردگار یہ میرے (اصحاب) ہیں اور میری امت ہیں۔ حکم ہو گا کہ تمہیں معلوم ہے کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا ہے، تمہارے بعد یہ (دین سے) اُلٹے پیروں پھر گئے تھے (اور اس کے احکامات کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا تھا) ابن ابی ملکیہ (حدیث کے راوی) کہا کرتے تھے کہ اے اللہ ہم اُلٹے پھرنے اور فتنہ میں ڈالے جانے سے تیری پناہ چاہتے ہیں"۔

مندرجہ بالا روایات (اور اسی قسم کی کئی اور) سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضورؐ کو اختلافِ امت کا یقین تھا، لہٰذا ایسا اہتمام کرنا رسولؐ کے لئے لازم و واجب تھا کہ امت کا ایک ہی مرکزِ ہدایت بدستور قائم رہے۔ بعد از رسولؐ ان کا ایسا قائد ہو جو مثلِ پیغمبرؐ واجب الاطاعت ہو تا کہ افرادِ امت اس سے اخذِ ہدایت کرتے رہیں اور ان کے شبہات کا ازالہ ہوتا رہے، اختلافات میں اس کا قول قولِ فیصل

ہو تاکہ مرکزیت قائم رہے۔ شیرازۂ ملّی منتشر نہ ہونے پائے۔ قوم اپنے قائد کے گرد جمع رہ کر وحدتِ قومی کو برقرار رکھ سکے۔ اتحاد و یک جہتی سے دینی و دنیوی فوائد حاصل کرتی رہے۔

نائبِ رسولؐ کا بھی رسولؐ کی طرح معصوم ہونا ضروری ہے!

تاکہ لوگ پورے پورے پختہ یقین اور اطمینان کے ساتھ اس سے احکام اخذ کریں، اس کے حکم کو حکمِ رسولؐ تسلیم کریں اور اسے بہ دل و جان مانیں، اس کے علاوہ اس نائب کو زمانے بھر میں عالم ترین ہونا لازمی ہے کیونکہ اسے پیغمبرؐ کی جگہ عالمین کے ہادی کے فرائض سر انجام دینا ہیں اور اس عہدہ کی نیابت کرنا ہے جو تمام مناصب سے اعلےٰ ترین ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کے لئے صفاتِ نبوی کا حامل ہونا ضروری اور علومِ پیغمبرؐ کا وارث ہونا ناگزیر ہے۔ وہ نائب یا متولی بعد از ختمِ نبوت اصطلاحِ شرعی میں "امام" ہوتا ہے اور بعد از رسولؐ امت کی دینی قیادتِ عظمیٰ کی اہم ذمہ داریوں کے منصب کو زبانِ شرع میں "امامت" کہا جاتا ہے۔ ایسے امامِ امت اور قائدِ شریعت کا منصوص من اللہ ہونا بھی ضروری ہے، اور لازم ہے کہ شارعِ اسلام نے اس کے تقرر منجانب اللہ کا خود اعلان فرمایا ہو۔ یعنی اس کی امامت اللہ اور رسولؐ کی نصوصِ صریحہ سے ثابت و معلوم ہو۔ ورنہ ہوسِ اقتدار کے ہاتھوں مسند نشینی کے لئے خانہ جنگی کا خطرہ رہے گا۔ اس عہدۂ جلیلہ کو عوام کے ہاتھوں میں نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ عصمت اس کا خاصہ ہے۔ اور کسی کے معصوم ہونے کا علم صرف اللہ یا اس کے رسولؐ کو ہی ہو سکتا ہے، یا ان کو جنھیں بذریعۂ رسولؐ بتا دیا جائے، یہی سنتِ الٰہیہ ہے جس میں تبدیلی ہونا محال

ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم علیہ السّلام تک اوصیاؑ کا تقرر اسی طرح ہوتا رہا ہے۔ حضورؐ نے نہ صرف اپنے بعد ایک نائب کا اعلان فرمایا بلکہ "قرآن و اہلبیتؑ" سے تمسک کا حکم دے کر امت کو قیامت تک کے لیے بتا دیا کہ قائدینِ امت صرف اہلبیتؑ ہیں۔

اب ہم بروئے قرآن یہ ثابت کریں گے کہ مذہبِ شیعہ اثنا عشریہ کے ائمہؑ طاہرین ہی اصل خلفائے رسولؐ تھے۔

خداوندِ عالم نے قرآن مجید میں جو واقعات بیان کئے ہیں وہ صرف قصہ کہانی کی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ ان سے نظیر قائم کرنا مقصود ہے، جس سے کسی خاص حقیقت کی طرف لوگوں کی رہنمائی منظور ہوتی ہے۔ جیسا کہ سورۂ ابراہیم آیت نمبر ۲۵ میں ارشاد ہے

وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ

خداوندِ عالم نظائر پیش کرتا ہے لوگوں کے لئے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

اور فرمایا:۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ٥ (ترجمہ) ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر بات کے نظائر پیش کئے ہیں لیکن اکثر لوگ (ان کے نتائج سے) کفر اختیار کئے بغیر نہ رہے۔" (سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۸۹)

سورۂ روم آیت نمبر ۵۸ میں ارشاد ہوا

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ٥

(ترجمہ) "ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی نظیر پیش کی ہے۔"

قرآنِ مجید میں انبیائے سابقین کے حالات اور ماضی کے حالات درج ہیں۔

شاید کوئی یہ خیال کرے کہ تاریخی معلومات بہم پہنچانے یا کتاب کو دلچسپ بنانے

کے لئے ان واقعات کا تذکرہ کر دیا ہے لیکن یہ تصوّر انتہائی پست ہوگا، جو قرآن ایسی بامقصد و مقدّس کتاب کے متعلق نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ نے صاف طور پر بتلایا ہے کہ سابقہ واقعات کا تذکرہ اس میں اس مقصد کے لئے ہوا ہے کہ امت کو نظائر حاصل ہوں، لہٰذا قرآن مجید میں بیان شدہ ہر واقعہ سے امت کو کوئی نتیجہ اور سبق حاصل کرنا چاہیے اور اسے محض ایک کہانی نہ سمجھ لینا چاہیے۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:-

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ٥

پس وہ مخصوص قصے بیان کیجیے تاکہ یہ لوگ غور کریں (اعراف آیت ۱۷۶)

اور فرمایا:-

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ

"ان لوگوں کے قصوں میں صاحبانِ عقل کے لئے عبرت ہے (یوسف آیت ۱۱۱)"

مزید فرمایا:

وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ

"اور پیغمبروں کے قصوں میں سے ہم یہ سارے قصے آپ سے بیان کرتے ہیں

بِهِ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ فِي هَذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ

جن کے ذریعے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں۔ اور ان قصوں میں آپ کے پاس ایسا مضمون پہنچا ہے جو حق ہے اور مومنین کیلئے نصیحت اور یاد دہانی ہے" (سورۂ ہود آیت ۱۲۰)

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا

"تحقیق ہم نے تمھاری طرف ایک رسول بھیجا تم پر شاہد جس طرح ہم نے

إِلَى فِرْعَوْنَ رَسُولًا ٥ (سورہ مزمل آیت ۱۵)

فرعون کی جانب ایک رسول (حضرت موسیٰؑ) بھیجا تھا"

آیتِ بالا سے ثابت ہے کہ جنابِ رسالتمآبؐ حضرت موسیٰؑ کے مثیل تھے اس لئے امتِ رسولؐ کو بھی امتِ موسیٰؑ سے مماثلت حاصل ہے۔

اللہ نے بہت واضح الفاظ میں بیان کیا ہے وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ٥

(ترجمہ) "ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عطا کی پس آپؐ کو تو شک نہیں ہو سکتا اس میں اور ہم نے کتاب کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت قرار دیا اُن (بنی اسرائیل) میں سے ہمارے امر سے ہدایت دینے والے امام ہم نے ہی بنائے جبکہ انھوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے۔" (پ ۲۱ سورہ سجدہ آیت ۲۳، ۲۴)

اس سے معلوم ہوا کہ امتِ موسیٰؑ میں ائمہ کا تقرر اللہ نے خود کیا تھا۔ ان ائمہ بنی اسرائیل کی شان بھی معلوم ہو گئی کہ ان کے تمام احکام و ہدایات خدا کی مرضی کے مطابق اسی کے امر سے ہوتے تھے، ان سے غلطی و حکم خدا کی نافرمانی کبھی ہو ہی نہیں سکتی تھی، یعنی جس طرح تقررِ ائمہ کا اعلان فرمایا اسی طرح عصمت کا اظہار بھی کر دیا گیا۔

(نوٹ) اگر امتِ محمدیہؐ کے امام خدا کے مقرر کردہ نہ ہوں تو قوم موسیٰؑ اُمتِ مسلمہ سے افضل قرار پا جائے گی، لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ امتِ رسولؐ کے ائمہ کا تقرر بھی سنت اللہ کے مطابق منجانب اللہ ہی ہونا چاہیے تھا، اور ہوتا رہا، یوں فوقیتِ امتِ محمدیہؐ برقرار رہی۔)

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ

اور خداوندِ عالم نے بنی اسرائیل کا عہد و پیمان لیا، اور ان میں

عَشَرَ نَقِيبًا ۖ وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ ۖ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ
بارہ نقیب مقرر کئے۔ اور خدا نے (بنی اسرائیل سے) کہا کہ میں تمہارے
الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا
ساتھ ہوں اگر تم نماز کو قائم رکھو اور زکوٰۃ[1] دیتے رہو اور میرے مقرر کردہ
حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي
رسولوں پر ایمان رکھو اور خدا کو قرضِ حسنہ دو تو میں تمہارے گناہوں کو تم سے اتار دوں گا
مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ
اور تم کو داخل کروں گا ان بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں ہوں گی پس جو اس عہد کے بعد
فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝ (مائدہ آیت ۱۲)
منکر ہوا تو وہ راہ سے دور بھٹک گیا ۔

اس میں خداوند تعالیٰ نے اس بات کا اعلان فرمایا ہے کہ قومِ موسیٰؑ میں نقبا کی تعداد بارہ تھی، بنی اسرائیل سے ان کی پیروی کا عہد لیا گیا۔ تائید کی صورت میں جنت کا وعدہ کیا گیا اور مخالفت پر ہلاکت کا پیغام دیا۔

اس امر کا قرآن مجید میں متعدد مقامات پر تذکرہ موجود ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے وزیر و خلیفۂ اوّل ان کے بھائی ہارونؑ تھے، جیسا کہ ارشاد ہوا ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ وَزِيرًا[2]
(ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عطا کی اور ان کے بھائی ہارونؑ کو اُن کا وزیر مقرر کیا)
ایک موقع پر حضرت موسیٰؑ کی دعا اور اس کی قبولیت یوں بیان کی گئی

---

[1] نہ کہ زکوٰۃ لیتے رہو۔ خیال رہے کہ اسرائیل حضرت یعقوبؑ کا لقب ہے تو بنی اسرائیل کے معنی ہوئے یعقوبؑ کی اولاد۔ معلوم ہوا حضرت یعقوبؑ نبی کی اولاد بھی زکوٰۃ دیتی تھی لیتی نہیں تھی [2] سورہ فرقان آیت ۳۵

(موسیٰؑ نے عرض کیا) پالنے والے! میرے سینے کو میرے لئے کشادہ فرما۔ میرے (رسالت کے) کام کو میرے لئے آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے۔ لوگ میری بات کو سمجھیں اور میرا وزیر میرے اہل میں سے میرے بھائی ہارونؑ کو قرار دے۔ اس کے ذریعے سے میری کمر مضبوط کر دے اور میرے کام (یعنی کارِ رسالت) میں اس کو میرا شریک بنا، تاکہ ہم دونوں کثرت سے تیری تسبیح کرتے رہیں، اور تیرا ذکر کرتے رہیں، تُو تو ہمیشہ سے ہمارا نگہبان رہا ہے۔ خدا نے فرمایا" اے موسیٰؑ تجھے تیرا سوال دے دیا گیا۔"

اس امت محمدیؐ کو اس امر سے صاف طور پر باخبر کر دیا گیا ہے کہ امتِ موسیٰؑ میں حضرت موسیٰؑ کے جو خلیفۂ اوّل مقرر ہوئے وہ کوئی غیر اہل (اُمتی) نہ تھے بلکہ موسیٰؑ کے بھائی تھے۔ اسی لئے امتِ محمد مصطفیٰؐ کے خلیفۂ اوّل بھی حضرت علیؑ ہی قرار پائے جو برادرِ مصطفیٰؐ ہیں، بھائی کا لفظ قرآن مجید میں صاف موجود ہے۔ اسی لئے حضورؐ نے جنابِ امیرؑ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔ يَا عَلِيُّ أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَىٰ إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي (ترجمہ) اے علیؑ تیری منزلت مجھ سے وہی ہے جو ہارونؑ کی موسیٰؑ کے ساتھ تھی سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور یہ بھی فرمایا: "اے علیؑ تو میرا اس دنیا میں بھی بھائی ہے اور آخرت میں بھی بھائی ہے۔"

(چیلنج :۔ حدیثِ منزلت اور حدیثِ مواخاۃ، دونوں فریقین کے مابین مسلمہ ہیں، تاہم چند ناصبیوں نے ان کا انکار کیا ہے۔ میرا یہ چیلنج ہے کہ یہ منزلت کسی دوسرے صاحب کے لئے ثابت نہیں کہ حضورؐ نے یہ فرمایا ہو کہ اس کی نسبت مجھ سے ہارونؑ ایسی ہے، یا وہ میرا دنیا و آخرت میں بھائی ہے۔ دشمنوں نے لاکھ

پردے ڈالے، لیکن نور ہمیشہ تاباں ہی رہا۔

وَالَّذِيْ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا

اور جو ہم نے آپؐ کی طرف کتاب میں سے وحی کی ہے وہ حق ہے اور گذشتہ

لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ثُمَّ اَوْرَثْنَا

کتابوں کی تصدیق کرنے والا حق ہے۔ بے شک خدا اپنے بندوں کے حالات سے باخبر او

الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ (سورہ فاطر ۳۱ تا ۳۲)

نگراں ہے پھر اس کے بعد ہم نے اس کتاب کے وارث ان کو قرار دیا جنھیں اپنے عباد میں سے ہم نے چنا (ذکر لوگوں نے)

لفظِ "اصطفا"، وہ مخصوص لفظ ہے جو ہمیشہ خدا کی جانب سے مقرر شدہ ہادیوں کا پتہ دیتا رہا۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۙ (آل عمران آیت ۳۳)

مقامِ اصطفا ہی وہ مقام ہے جو رسولؐ کی شانِ عظمت اوصاف کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی لئے آپؐ کے نامِ نامی اسمِ گرامی کے ساتھ مصطفےٰؐ خاص طور سے بولا جاتا ہے۔ یہ لفظ خدا کے انتخابِ خاص کو ظاہر کرتا ہے اسی لفظ کے ذریعہ خدا نے ان افراد کا پتہ دیا ہے جو اُمتِ رسولؐ میں اللہ نے منتخب فرمائے اور انھیں قرآن مجید کا وارث بنایا۔ (ملاحظہ ہو حدیثِ ثقلین)

ایمان و معرفت کے درجوں میں نبی و رسولؐ کا درجہ بلند ہوتا ہے کیونکہ یہ پیشوائے خلق ہوتے ہیں، اسی پیشوائی عوام الناس کا کسی دوسرے کی طرف منتقل ہوجانا وصایت و خلافت اور جانشینی و امامت ہے۔ کسی نبی و رسول و رہبرِ ملت کے بعد اس کی جانشینی کا مقدم حق اس کی اولاد ہی کو حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ ارشادِ ربّ العزت ہے:۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ

(جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور ان کی اولاد بھی ان کے نقشِ قدم پر چلتی ہے تو ہم ان کے مراتب و مدارج میں ان کی ذریت کو شریک قرار دیتے ہیں) (سورہ طور ۵۲ آیت ۲۱)

مثال کے طور پر دوسری جگہ ہے

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ۔ (ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو بھیجا ان کی ذریت میں نبوت و کتاب کو باقی رکھا) سورۂ حدید آیت ۲۶

اب یہ بات واضح ہوگئی کہ نوحؑ اور ابراہیمؑ کی جانشینی اُن کے بعد ان کی ذریت کو عطا ہوئی، جو بحیثیت نبوت تھی، اب نبوت ختم ہوگئی لیکن کتاب باقی رہی جسکی وراثت کے انتخاب کا خدا نے اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا کہہ کر ذکر فرمایا ہے۔ اس لئے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جانشینیِ رسولؐ کا حق صرف ذریت ہی کو حاصل ہے اور کسی غیر کو نہیں۔

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ (بنی اسرائیل آیت ۷۱)

"وہ دن جب ہم زمانے کے لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔"

ارشادِ باری تعالیٰ سے یہ بات ثابت ہے کہ ہر دور اور ہر زمانے اور قرون میں کوئی نہ کوئی امام ضرور ہے۔ امام کے ساتھ لوگوں کو بلانے کی غرض سوائے اس کے کوئی نہیں جس کا خداوندِ عالم نے کچھ اشخاص سے خطاب کرکے اظہار فرمایا کہ

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ

"ہم نے تم کو امتِ وسط یعنی اپنے اخلاق و اوصاف میں حدِ اعتدال پر قائم رہنے والی

---

۱ تحقیق میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑنے والا ہوں جو ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گی ایک کتابِ خدا اور دوسری میری عترت میرے اہلبیتؑ۔ الخ

وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (البقرہ ۱۴۳)

(جماعت) قرار دیا تاکہ تم لوگوں کے اعمال کے گواہ رہو، اور رسول تم سب پر گواہ ہو۔"

معلوم ہوا کہ یہ اشخاص جو لوگوں کے ساتھ ملائے جائیں گے وہ ہیں جو رسول کے ماتحت اور تمام اُمت کے حاکم و ولی ہیں، اور انہیں کو امام کہا جاسکتا ہے، انہیں کی تابعداری کا ہر زمانہ والوں کو حکم دیا ہے (" اے ایمان والو تقویٰ اختیار کرو اور صادقین کے ساتھ رہو) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں ایسا وجود باقی رہتا ہے۔ جو صدق فی القول و العمل کے ساتھ حقیقی معنی میں معصوم ہوتا ہے۔ پھر فرمایا

إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (سورہ رعد آیت ۷)

(تم ڈرانے والے ہو اور نسلِ انسانی کے ہر طبقے کے لئے ایک رہنما ہے)

ثابت ہوا کہ ہر طبقۂ انسانی کے لئے رہنمائے حقیقی کا وجود یقینی ہے۔

اِمامِ غائب علیہ السلام

غیب کے معنی نظر نہ آنا ہے نہ کہ معدوم ہو جانا۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ امام کا ہر زمانہ میں ہونا یقینی ہے۔ تاہم اگر بظاہر اس کا سراغ نہ ملے تو وہ غائب ہے اور پردہ قدرت میں مستور ہے "إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ" (سورہ یونس ع۲)

(سوائے اس کے نہیں کہ غیب کا تعلق خدا سے ہے، اس کا انتظار کرو اور میں بھی منتظر ہوں)

اس کے ساتھ ہی مطالعۂ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ غیب کی کچھ نہ کچھ حقیقت ضرور ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جیسا کہ آغازِ کلام ہی یوں ہوتا ہے:۔

هُدًى لِلْمُتَّقِينَ ٥ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ

الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ ٥ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ٥

(وہ ہدایت ہے متقین کے لئے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور اس میں جو رزق ہم نے ان کو دیا تقسیم کرتے ہیں، اور وہ ایمان رکھتے ہیں اس پر جو آپ پر نازل ہوا اور اس پر جو آپ سے قبل نازل ہوا وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں اپنے رب کی جانب ہدایت پر، اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔)

اگر غیب سے مراد "اللہ" کو لیا جائے تو ظاہر ہے کہ ایمان باللہ کے بغیر متقی قرار ہی نہیں پا سکتے، اگر قیامت مراد لی جائے تو اس کا ذکر بالیوم الآخر میں علیحدہ موجود ہے۔

لہٰذا "غیب" کوئی اور ہی چیز ہے جس پر ایمان لائے بغیر متقین ہونے کے باوجود قرآن سے ہدایت نصیب نہیں ہو سکتی۔

بروئے حدیث بھی ائمہ اثنا عشر صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین ہی پیغمبرِ خدا کے حقیقی جانشین ہیں

رسالتمآب صلعم کی نصوصِ صریحہ کے مطابق ائمۂ حق صرف اور صرف حضرت علیؑ اور ان کی اولاد میں سے گیارہ ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسّلام ہیں جن کی عصمت و طہارت قرآن و حدیث دونوں سے ثابت ہے۔ کئی مرتبہ سرکارِ رسالت نے حضرت علی علیہ السّلام کی امامت، خلافت، ولایت و حکومت اور مسند نشینی و نیابت کا صراحتاً اظہار فرمایا۔ حدیثِ غدیر "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ" کو اہلسنت علماء نے درست تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح ذواتِ عصمت و طہارت کے بقیہ گیارہ ائمہ پر یہ نص صریح ہے کہ ہر امامؑ اپنے بعد کا امامؑ

کا تعین و تقرر کرکے اعلان فرماتا رہا۔ بلکہ خود سرکارِ رسالتؐ کی بکثرت صحیح و مستند احادیث میں ائمہؑ کی تعداد اور ان کے مبارک اسماء کا ذکر وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ اختصار کے پیشِ نظر صرف ایک حدیث نقل کی جاتی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ بعد نزول آیۂ مجیدہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ "اے مومنو! اللہ کی اطاعت کرو، اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اپنے اولی الامر کی"۔

میں نے پیغمبرِ خدا سے پوچھا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کو تو پہچان لیا۔ اُن کی اطاعت و فرمانبرداری بھی کی لیکن حضورؐ ابھی تک "اولی الامر" کو نہیں پہچانا جس کی اطاعت کا حکم دیا جارہا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا وہ میرے جانشین ہیں، وہ میرے بعد تم پر حاکم و متصرف، نگران و متولی بنائے گئے ہیں۔ ان میں کا پہلا میرا بھائی "علیؑ" ہے۔ اس کے بعد میرا بیٹا "حسنؑ"، اس کے بعد میرا فرزند "حسینؑ"۔ حسینؑ کے بعد اس ترتیب سے کہ اس کا بیٹا علیؑ بن حسینؑ (امام زین العابدینؑ) پھر محمدؑ بن علیؑ (امام محمد باقرؑ) اے جابرؓ جب تو میرے اس فرزند کو پائے تو میرا سلام پہنچا دینا۔ پھر

ـــه یعنی صاحبِ اختیارِ کُن فیکون کی۔

جعفرؑ بن محمدؑ (امام جعفر صادقؑ) پھر موسیٰؑ بن جعفرؑ (امام موسیٰ کاظمؑ) پھر علیؑ بن موسی الرضاؑ (امام علی رضاؑ)، پھر محمدؑ بن علیؑ التقیؑ (امام محمد تقیؑ) پھر علیؑ بن محمد النقیؑ (امام علی نقیؑ) پھر حسنؑ بن علیؑ (امام حسن عسکریؑ) پھر م ح م د بن حسنؑ المہدیؑ (امام آخر الزماں علیہ السّلام) میرا یہ فرزند آخری زمانہ میں زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح پُر کردے گا جس طرح ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہوگی۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کا سنِ مبارک پانچ سال کا تھا، گویا صغیر السن تھے، اس وقت از خود فرمانے لگے "جابرؓ! میرے جدِ بزرگوارؐ کا سلام مجھے کیوں نہیں پہنچاتے؟" تو میں نے سلام پہنچا دیا۔

(دیکھیے کتب اہلسنت ینابیع المودۃ صفحہ ۳۶۹ مصنفہ علامہ سلیمان قندوزی حنفی المذہب۔ شواہد النبوۃ صفحہ ۱۹۵)

اس کے علاوہ اسی کی تائید میں احادیث دیکھیے۔ صواعق محرقہ صفحہ ۹ باسناد صحیح مسلم، ابوداؤد، نسائیؒ، ابنِ ماجہ و بیہقی، ارجح المطالب صفحہ ۴۰۲، مودۃ القربیٰ، مناقبِ خوارزم، مفاتیح المطالب، حبیب السیر، روضۃ الاحباب وغیرہ)

علامہ ابنِ حجر مکی اپنی کتاب صواعقِ محرقہ (جو مذہبِ امامیہ کی رد میں لکھی گئی ہے) مطبوعہ مصر کے صفحہ ۹۰ پر ہمارے مدعا کی تائید ان الفاظ میں کرتے ہیں "حدیثِ ثقلین میں جو حکم اہلبیتؑ کے ساتھ تمسک کا وارد ہے۔ اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ اہلبیتِ نبویؐ سے ہر زمانے میں قیامت تک ایک نہ ایک قابلِ تمسک شخص موجود رہے گا۔ اسی واسطے ان کو آنحضرتؐ اہلِ زمین کے لئے باعثِ امان فرماتے ہیں"۔

سب سے کافی دلیل دوسری حدیث ہے جس میں نبیؐ نے فرمایا "میرے بعد میری امت میں ہمیشہ عادلین میرے اہلبیتؑ سے موجود رہیں گے جو اس دین کو گمراہ لوگوں کی تحریف، تاویلِ جاہلین اور جھوٹے لوگوں سے بچا کر راہِ حق کی ہدایت کرتے رہیں گے۔

خبردار! تمھارے پیشوا تم کو خدا کے سامنے اپنے ساتھ لے جانے والے ہیں، اس لئے سوچ لو کہ کیسے شخص کو پیشوا بنا رہے ہو۔ (بحوالہ فلک النجاۃ)

مندرجۂ بالا بیان کو سامنے رکھ کر ہم عہدِ رسالتمآبؐ کے بعد فرقِ اسلامیہ کے آراء و خیالات کا جائزہ لیتے ہیں اور تلاش کرتے ہیں کہ وہ کون سی جماعت ہے کہ جس کے عقیدے میں اُمتِ رسالت آبؐ میں اُمتِ موسیٰؑ کی طرح ائمہؑ خدا کے مقرر کردہ ہوں، اور اُن کی تعداد مطابقِ نقبائے بنی اسرائیل بارہ ہو۔ رسول اکرمؐ کے خلیفۂ اوّل حضرت موسیٰؑ کے خلیفۂ اوّل کی مانند اُن کے بھائی ہوں، سلسلۂ امامت و جانشینیٔ رسولِ مقبول ان کے بھائی کے بعد انہیں کی ذریت میں یکے بعد دیگرے اُسی طرح دائم و قائم رہے جس طرح موسیٰؑ کے بعد خاندانِ موسیٰؑ میں رہی۔ اور امت کے امام بنی اسرائیل کے ائمہ کی طرح غلطی و نافرمانی سے مبرّا حقیقی معنوں میں یَھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا کے مصداق ہوں اور اللہ کے بنائے ہوئے وارثانِ کتاب ہوں۔ کہ علمِ قرآن کا پورا علم رکھتے ہوں، اور وہ حدیثِ ثقلین کے بموجب ارشادِ رسولؐ کے مطابق قرآن کے ساتھی ہوں۔ ہر زمانے میں انہیں میں سے امام موجود رہے۔ ان میں کا آخری پردۂ غیبت میں ہو لیکن

ے مشکوٰۃ۔ کتاب الفتن جلد ۲ صفحہ ۴۵۵ میں ہے کہ نبیؐ نے فرمایا، میں اپنی اُمت میں گمراہ کرنے والے ائمہ سے ڈرتا ہوں۔

اس پر ایمان بالغیب کے تحت ایمان لانا لازمی ہو جس طرح بنی اسرائیل میں سے حضرت عیسیٰؑ زندہ اور غائب ہیں اور ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ بے شک جب ہم تلاش کرتے ہیں تو یہ تمام امور سوائے مذہبِ شیعہ امامیہ کے کسی اسلامی فرقے میں نظر نہیں آتے، جس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ائمہ ہدایت کے متعلق قرآن مجید کے نظائر و تعلیمات سوائے ائمہ اثنا عشرؑ (اہلبیتؑ) کسی پر منطبق نہیں ہو سکتے۔

مذہبِ شیعہ کی یہ خصوصیت بھی اسے دیگر مذاہب پر فوقیت بخشتی ہے کہ اس کے امامؑ اور ہادی اعلےٰ درجہ کے عالم، تمام افراد سے افضل، شجاع ترین، افضل الخلق، پارسا، عابد، عادل، رحم دل اور گناہ و خطا سے پاک ہیں۔ ان صفات کا کسی دوسرے فرقے کے ائمہ میں یکجا ملنا تو درکنار کوئی دوسرا فرقہ مدعی تک نہیں ہے کہ اس کے ائمہ معصوم تھے۔

قیامت!

دنیا کا کوئی باہوش اور عقلمند انسان مایوسی کو پسند نہیں کرتا۔ لہٰذا یہ بات بلا تردد کہی جا سکتی ہے کہ امید اور مایوسی میں سے امید اچھی ہے اور مایوسی بُری ہے۔ اس لئے وہ نظریہ جس میں امید کی روشنی ہو اچھا مانا جائے گا۔ اور وہ نظریہ جو مایوس کن ہو بُرا تسلیم کیا جائے گا۔ اس قاعدے کے مطابق اسلام اور دہریت کو پرکھنا چاہئے۔ دہریت کہتی ہے کہ انسان دنیا میں اپنی عمر کے ایام گزار کر مر جائے گا، اور پھر اسے کبھی زندگی حاصل نہ ہوگی۔ وہ مٹی ہو جائے گا یا مادہ کی کوئی اور شکل اختیار کر لے گا۔ لیکن بحیثیت انسان کبھی زندہ نہ ہوگا، یعنی مرجانے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی کوئی

امید نہیں، امید کی ہلکی سی روشنی بھی نہیں، اندھیرا ہی اندھیرا۔ جب ایک امید پسند انسان دہریت کے اس تاریک اور مایوس کن نظریہ پر غور کرتا ہے تو اس تصور ہی سے اس کے دل کو شدید صدمہ ہوتا ہے، مایوسی و افسردگی کا شکار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا تسلیم کرتا ہے کہ دہریت انسان کو مایوسی، افسردگی و تاریکی دیتی ہے، لیکن اسلام تسلی و اطمینان اور امید کی روشنی دیتا ہے کہ اے انسان مایوس نہ ہو تو کوئی ایسی ناپائیدار اور عارضی چیز نہیں ہے، جو صرف چند سال کے لیے ہو بلکہ تو ایک پائیدار چیز ہے جو خود عارضی نہیں بلکہ اس کی موت عارضی ہے۔ تو کچھ عرصہ کے لئے مرے گا پھر جسم کے ساتھ زندہ ہوگا، آنکھوں سے دیکھے گا، کانوں سے سُنے گا۔ باہوش و حواس ہوگا، گرمی سردی کو محسوس کرے گا، بعد از موت انسان کی یہ دوسری زندگی قیامت سے شروع ہوگی جسے معاد کہتے ہیں دوبارہ زندہ ہونے کی امید کی جو روشنی انسان کے لئے اسلام میں موجود ہے، وہ دہریت میں نہیں، دہریت میں مایوسی ہی مایوسی ہے، لہٰذا اسلام کا نظریہ قیامت (معاد) دہریت کو شکست دینے کے لئے کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آٹھ سو سے زیادہ مقامات پر معاد کا ذکر فرمایا ہے۔ قیامت، آخرت، معاد اور حیات بعد الموت ہی تو اس زندگی کا تتمہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخبار میں بھی اس کو بڑی کثرت سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ عقیدہ صرف اہلِ اسلام ہی کا نہیں بلکہ تمام ادیان نے اسے اپنے اصولِ دین میں بڑی اہمیت دے رکھی ہے۔ گویا اس پر مذہبی دنیا کا مکمل اتفاق ہے۔ عقل بھی اس کی مقتضی، نقل بھی اس کی مؤید، اس اصل کے لئے دلائل کی کوئی ضرورت نہیں رہتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اقرار کے بعد اور یہ مان لینے پر کہ رسولوں کو اس لئے مبعوث کیا گیا کہ وہ اللہ کے احکام

بندوں تک پہنچائیں تاکہ بندے ان پر عمل کرکے فلاحِ آخرت حاصل کریں۔ یہی حیاتِ دنیا کا حاصل ہے تو اب کس دلیل کی ضرورت باقی ہے۔ لیکن دہریت و اشتراکیت کے خلاف ضروری ہے کہ قیامت یا معاد کی اہمیت پر کچھ نہ کچھ لکھا جائے۔

انسانی زندگی کی غرض و غایت اور معاشرے کے تمدن و ثقافت کا مقصد محض پیٹ بھرنا اور سو رہنا نہیں۔ اشتراکی نظام اور اسلامی نظامِ قرآن میں یہی فرق ہے کہ اوّل الذکر کے تحت انسان بالکل حیوان کی طرح محض شکم پری کرتا ہے۔ لیکن اسلام نے انسان کو جو عزت و منزلت عطا کی ہے وہ ارفع و اعلیٰ ہے۔ دیگر مخلوقاتِ علوِ شان میں اس کی ہمسری نہیں کرسکتیں اس بلندیٔ مرتبہ کی وجہ؟ اللہ کی معرفت و تابعداری ہے۔ مشاہدہ گواہ ہے کہ ایک شخص جس کے ذمے ایک ذمہ داری سونپی گئی ہے وہ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوتا ہے یا اس کی انجام دہی میں کوتاہی کرتا ہے بظاہر چاہیئے تھا کہ ہر دو صورت میں اسے اچھے کام کی جزاء اور برے کام کی سزا انہیں مل جاتی لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کی ساری عمر اعمالِ بد میں کٹتی ہے لیکن وہ عیش و عشرت کرتے ہیں، اس کے برعکس کئی لوگ انتہائی پاک باز ہوتے ہیں اور ان کی زندگی مصائب کا نشانہ بنی رہتی ہے۔ یہ بات ثابت کرتی ہے کہ دنیا دار العمل ہے۔ دار الجزا نہیں "اعمال" یہاں ہوتے ہیں جزا یا سزا آخرت میں ملے گی۔

انسانی فطرت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ کوئی ایسی دنیا ہو جہاں اعمال کا بدلہ ملے، جہاں نیکی کی جزا اور بدی کی سزا ملے۔ قرآنی نظام حیات ابدی زندگی کا پیغام دیتا ہے۔ رائی برابر تک کا بھی ذمہ لیتا ہے لیکن اشتراکی نظام کو

دیکھئے تو تھوڑی سی عمر ہے، اس کا حصول یقینی نہیں، اس میں روشنی نہیں۔ ایک شخص ساری عمر کوشش کرتا رہے لیکن اس کا ثمر حاصل نہیں کر سکتا۔ اشتراکی نظام اسے کوشش سمیت مردہ سمجھے گا۔ لیکن اسلام اسے پیغام دیتا ہے کہ ہمت مت ہارو، اگر تمھاری یہ کوشش اس دنیا میں بارآور نہ ہو سکی تو اس میں ایک خاص مصلحت ہے، جس کا فائدہ تم ہی کو ہے۔ اگر یہاں نہیں تو آخری دنیا میں تمھاری کوشش تمھیں ضرور کامران کرے گی۔ تم زندہ ہو کر زندہ رہو گے۔ اور تمھاری کوشش کا تمھیں اجر ملے گا۔

عقیدۂ قیامت ایک ایسا عقیدہ ہے کہ اگر اسے راسخ کر لیا جائے تو معاشرے کی ہر برائی دُور ہو سکتی ہے۔ یہ دنیا ارضی جنت بن سکتی ہے۔ یہی عقیدہ فرض شناسی اور ذمہ داری سکھاتا ہے، کیونکہ اگر کسی کو یہ مکمل خوف ہو کہ اسے اپنے کئے کا جواب دہ ہونا ہے تو یقیناً وہ ایسے اعمال سے بچے گا جو اُسے مستوجب سزا بنانے والے ہوں گے۔

نجات!

اصولِ دین مذہبِ شیعہ کی روشنی میں ہم نے یہ ثابت کیا کہ مذہب شیعہ ہی ایسا مذہب ہے جو عین مطابقِ عقل و دانش اور مقصودِ قرآن و سُنت ہے۔ اس کے علاوہ یہ دعویٰ ہمارے سوا کوئی بھی مذہب نہیں کر سکتا کہ ہمارے مذہب کے تمام احکام سائنٹیفک اور فطری ہیں جنھیں خلافِ عقل ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ دنیا میں صرف اور صرف مذہبِ شیعہ ہی قابلِ تقلید ہے۔

مذہبِ شیعہ کے علاوہ کسی مذہب کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ وہ آلِ محمدؐ

کا مذہب ہے۔ عقل یقیناً اغیار کی نسبت مذہب آلِ اطہارؑ کی طرف راغب کرتی ہے۔

واضح ہو کہ جب کسی مذہب کے اصول ثابت ہو جائیں تو اس کی حقانیت میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہتی، رسولؐ کی اس حدیث پر ختم کرتا ہوں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ یَا عَلِیُّ اَنْتَ وَشِیْعَتُکَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ

"اے علیؑ! تو اور تیرے شیعہ جنتی ہیں ——"

دیکھئے معتبر کتب اہلسنت:

(۱) صواعق محرقہ ابن حجر مکی ص۹۶ (۲) تفسیر فتح البیان مؤلفہ نواب صدیق حسن جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۳ (۳) تفسیر فتح القدیر مؤلفہ علامہ شوکانی جلد ۵ صفحہ ۴۶۴ (۴) دُرِ منثور علامہ جلال الدین سیوطی جلد ۶ صفحہ ۳۷۹ وغیرہ۔

میرا دعویٰ ہے کہ

سوائے شیعۂ علیؑ کے کسی دوسرے اسلامی فرقہ کو رسول اللہؐ

ے ارشاداتِ نبوی ہیں کہ "میرے اہلبیتؑ کی مثال کشتی نوحؑ کی طرح ہے، جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جو رہ گیا ہلاک ہو گیا۔ (ملاحظہ ہو: صواعق محرقہ، ارجح المطالب، ینابیع المودۃ اور متعدد کتبِ اہلسنت)" "اس وقت تک کوئی پل صراط پار نہ کر سکے گا جب تک علیؑ اس کو پروانۂ راہ داری نہ لکھ دیں۔" (دیکھئے صواعق محرقہ۔ یہ حدیث رسولؐ ہے بروایت حضرت ابوبکر)

نے جنتی ہونے کی خبر نہیں دی۔ اگر کوئی دوسرا فرقہ اپنے متعلق کوئی ایسی حدیثِ صحیح ثابت کردے تو راقم الحروف اُسے

ایک ہزار روپیہ نقد انعام

پیش کرے گا

اور مذہبِ شیعہ چھوڑ کر اس فرقہ میں شامل ہو جائے گا۔

والسلام

فقیرِ اہلبیتؑ

عبدالکریم مشتاق

۸/۱۱/۵/۳۔ ناظم آباد
کراچی نمبر ۱۸

مذہبِ سُنیہ پر (۱۰۰) سو سوال

حضراتِ اہلسنت کے تزکیۂ افہام و بقائے تحقیق کی خاطر مندرجہ ذیل (۱۰۰) "سوالات" پیش کئے جاتے ہیں تاکہ ہر اہلسنت بھائی اندھی تقلید اور آبائی عقیدت کے تعصب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنے اختیار کردہ مذہب کی غیر جانبدارانہ جانچ پڑتال کرکے۔ سائل کا یہ دعوےٰ ہے کہ ان سوالات کے جوابات کوئی سُنی عالم تسلی بخش طریقے سے نہیں دے سکتا۔

سوال ۱:۔ کسی شے سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے پہلے اس کا "نام" دریافت کیا جاتا ہے

اور اللہ تعالیٰ نے ابوالبشر حضرت آدمؑ کو بھی پہلے ناموں ہی کا علم عطا کیا۔ آپکے مذہب کا نام سُنی یا اہلسنت یا اہلسنت والجماعت ہے۔ قرآن کی اس آیت کا نشان دیجیے جہاں آپکے مذہب کا نام مذکور ہو۔

سوال ۲:۔ اگر قرآن میں موجود نہیں تو کلامِ رسولؐ یعنی احادیثِ پیغمبرؐ میں کوئی ایک متواتر، مرفوع اور صحیح حدیث اپنی کتابوں سے مکمل حوالہ (یعنی نام کتاب جلد نمبر صفحہ اور مطبع وغیرہ) سے نقل فرمایئے۔ جہاں "سُنی" یا "اہل سُنۃ والجماعۃ" بطور مذہب حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہو۔

سوال ۳:۔ اگر ایسی کوئی حدیث نہ مل سکے تو تاریخ اسلام سے وہ تاریخ مہینہ اور سن ہجری بتایا جائے جس دن سے یہ لقب اختیار کیا گیا ہے۔

سوال ۴:۔ اس لقب سے قبل آپ کس نام سے مشہور تھے؟

سوال ۵:۔ پُرانا لقب آپنے کیوں ترک فرمایا؟

سوال ۶:۔ آپکے مذہب کے مطابق ہر نئی چیز بدعت ہوجاتی ہے لہٰذا اس بدعت کو جاری کرنیوالا سب سے پہلا بدعتی کون تھا؟

سوال ۷:۔ سُنی، اہل سُنت، اہل سُنۃ والجماعت ان تینوں کے معنی کیا ہیں؟ لغوی اور اصطلاحی مع ثبوت نقل کیجیے۔

سوال ۸:۔ ان تینوں میں سے قدیم لقب کون سا ہے؟

سوال ۹:۔ ان تینوں میں آپ سب سے اچھا کس لقب کو منتخب کرتے ہیں؟

سوال ۱۰:۔ باقی دو القاب کمتر کیوں ہیں؟ اور ان دونوں میں کمترین کونسا ہے اور اسکے کمترین ہونے کی وجہ کیا ہے؟

سوال ۱۱:۔ لقب شیعہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور حضرت ابراہیمؑ کو شیعہ کہا گیا ہے۔ کیا آپ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں؟

سوال ۱۲:۔ اگر کرتے ہیں تو آپکے مذہب میں "ملتِ ابراہیمیؑ" سے کیا مراد ہے۔ اور اگر نہیں کرتے ہیں تو وجہ بیان کریں کہ ابراہیمؑ کے لئے "شیعہ" کیوں کہا گیا ہے؟

سوال ۱۳:۔ کیا لقب شیعہ کی مخالفت قرآن مجید اور ارشاداتِ رسول کریمؐ کی مخالفت نہیں ہے جبکہ اس کی اضافت علیؑ و فاطمہؑ و اہلبیتؑ کے ساتھ ہو۔

سوال ۱۴:۔ اگر ہے تو خدا اور رسولؐ کا مخالف کس بات کا سزاوار ہے؟ اور اگر نہیں ہے تو اس کے اصطلاحی معنوں کے لحاظ سے نصِ صریح پیش کیجیے اور ثبوت دیجیے۔

سوال ۱۵:۔ دین قدیم ہے۔ اور ہر دور میں اس کا وجود لازمی ہے۔ لہٰذا زمانہ اصحابؓ و تابعینؒ میں کونسے القاب رائج تھے۔

سوال ۱۶: ان میں سب سے پرانا لقب کونسا ہے؟ مع ثبوت بتائیے۔

سوال ۱۷: اگر شیعہ ہے جیسا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تحفہ اثنا عشریہ میں تسلیم کیا ہے تو پھر تمام صحابہ و تابعین و تبع تابعین شیعہ ہوئے۔ ان سب بزرگواروں کے نام کو ناپسند کر کے ان کا نام کیوں بدنام کرتے ہیں؟

سوال ۱۸: پھر کیوں کہتے ہیں کہ شیعوں نے امام حسینؑ کو شہید کیا؟

سوال ۱۹: آپ کے مذہب میں شیعہ کی تعریف کیا ہے؟ لغت سے حوالہ دے کر بیان کیجئے۔

سوال ۲۰: ناصبی اور رافضی کی تعریف مع شرح بحوالہ لغت بیان کیجئے۔

سوال ۲۱: کیا آپ توحید خداوندی پر اعتقاد رکھتے ہیں؟ اگر رکھتے ہیں تو ذات خداوندی واجب الوجود ہے یا ممکن الوجود؟

سوال ۲۲: اگر واجب الوجود ہے تو حلول کے بارے میں آپ کا کیا عقیدہ ہے جیسا کہ مولانا روم نے بایزید بسطامی کے متعلق لکھا۔

بامریداں آں فقیر محتشم　　بایزید آمد کہ یک یزداں منم　　تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔

سوال ۲۳: کیا آپ خدا کو عالم و علیم مانتے ہیں؟ اگر مانتے ہیں تو آپ کی سب سے بڑی کتاب بخاری شریف جلد ۳ کتاب التوحید و رد جہمیہ کی حدیث نمبر ۲۲۳۴ میں موجود ہے کہ "خدا اپنا پیر دوزخ میں رکھے گا" تاکہ وہ سمٹ جائے۔ کیا دوزخ خلق کرتے وقت خدا کا اندازہ غلط ہو گیا کہ دوزخ کو ضرورت سے زیادہ بڑا بنا دیا ہے کہ خود اپنا پیر ڈالنے کی نوبت آگئی۔

سوال ۲۴: کیا اللہ عامل امر کن فیکون نہیں ہے؟ اگر ہے تو پھر حکم ہی سے کیوں چھوٹا نہیں کرتا؟

سوال ۲۵: آپ کی صفت ایمان مفصل میں ہے کہ شر بھی اللہ کی طرف سے ہوتا ہے یعنی معاذ اللہ خدا شر بھی ہے۔ اس عقیدے کو عقلاً ثابت کیجئے۔

سوال ۲۶: آپ کے ہاں چھ کلمے رائج ہیں ان میں کا چھٹا کلمہ رد کفر ہے۔ اس میں تبرا کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ تبرات من الکفر والشرک والکذب .... کیا آپ تبرا کو جائز نہیں سمجھتے؟

سوال ۲۷: اگر جائز مانتے ہیں تو پھر شیعوں پر اعتراض کیوں کرتے ہیں اور اگر ناجائز مانتے ہیں تو چھٹا کلمہ جس سے کفر بتاتے ہیں اس کو بند کیوں نہیں کرتے؟ یا کیوں نہیں مانتے کہ تبرا کفر کو دور کرتا ہے؟

سوال ۲۸: "لاتدرکہ الابصار" قرآنی الفاظ ہیں اس کا ترجمہ کیجئے اور "لن ترانی" کا مطلب واضح فرمائیے۔

سوال ۲۹: کیا جب حضورؐ معراج پر تشریف لے گئے تو اللہ میاں کا شرف دیدار حاصل ہوا؟ اگر ہوا

تو وہ حدیث مع مکمل حوالہ پیش کیجئے جس میں حضورؐ نے اللہ کی شکل و صورت بیان فرمائی ہو؟

سوال ۳۰: اگر اللہ پردہ میں رہا اور صرف کلام کی سیر کرائی اور تواضع فرمائی تو پھر رخ زیبا سے محبوبؐ کو کیوں محروم کیا؟

سوال ۳۱: آپ کے عقیدہ دیدار خدا کی اساس قرآنی ہے یا حدیثی۔ اگر قرآنی ہے تو آیت بتائیے اور اس کے تضاد کی وجہ بیان کیجئے جبکہ اللہ کے کلام میں تضاد نہیں ہے۔ اور اگر حدیثی ہے تو اس حدیث کو قرآن سے مطابق کر کے دکھائیے؟

سوال ۳۲: باوجودیکہ آپ اصحاب کو معصوم نہیں سمجھتے بلکہ ان سے گناہ کا سرزد ہو جانا ممکن جانتے ہیں لیکن پھر بھی حسن ادب کے تحت ان پر تنقید کرنا اچھا نہیں سمجھتے یعنی ان کا تقدس اس میں ہی سمجھتے ہیں کہ ان میں عیب شمار نہ کیا جائے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی محترم و معظم ہستی کی توقیر کیلئے ضروری ہے کہ اسے گناہوں سے دور رکھا جائے اور عیبوں سے منزہ مانا جائے اگر آپ کے اس حسن ظن کو دوسرے الفاظ کے قالب میں ڈھال لیا جائے تو نتیجہ عصمت برآمد ہوتا ہے۔ پھر آخر رسولؐ کو معصوم تسلیم کر لینے پر آپ کو کیا اعتراض ہے؟ جبکہ ان کے کسی صحابی کو آپ گنہگار کہنا گناہ سمجھتے ہیں۔ اور خود حضورؐ کی عصمت پسند نہیں کرتے؟

سوال ۳۳: آپ کے نزدیک خلافت و امامت خدائی منصب نہیں ہے بلکہ امت کے اختیار میں ہے۔ اسی لئے عقیدہ امامت آپ کے عقائد اسلام میں داخل نہیں ہے جب خلافت کا آپ کے ہاں مذہبی مقام ہی نہیں ہے بلکہ دین سے الگ امر ہے تو پھر اس اختلاف کے باعث شیعوں سے مذہبی مباحثے کیوں جاری رکھتے ہیں۔ سیاسی اختلاف سیاسیات تک محدود کیوں نہیں رکھتے؟

سوال ۳۴: اگر خلافت و امامت دینی مسئلہ ہے تو از روئے قرآن خدا کی سنت تبدیل نہیں ہوتی۔ لہذا آدمؑ سے لیکر عیسیٰؑ تک کسی نبیؑ و رسولؐ کا نام بتائیے جس کا خلیفہ بلافصل اس کا صحابی ہوا ہو اور نبی کے اہلبیتؑ کو محروم کر دیا گیا ہو؟

سوال ۳۵: اگر ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار ہادیوں کا قائم مقام صحابی غیر اہل نہ ہوا تو پھر حضورؐ کیلئے خدا کی سنت میں تبدیلی کیوں آگئی؟ اور اگر آئی تو کس آیت یا حدیث قدسی کے تحت کل انبیاء [illegible]

سوال ۳۶: نعرہ تکبیر اللہ اکبر، نعرہ رسالت یا رسول اللہ، نعرہ حیدری یا علی صدیوں سے رائج ہیں حال ہی میں آپ نے ایک نعرہ وضع کیا ہے نعرہ خلافت "حق چار یار" جس سے مطلب ہے کہ خلافت پر چار حضرات ہی کا حق تھا۔ حالانکہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں یزید بن معاویہ کو بھی رسولؐ کا چھٹا خلیفہ مانتے

یہ مسند خلافت کے باقی خلیفے کیا ہوئے؟ کیا حضورؐ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ میرے بارہ خلفاء ہونگے ان کے نام بتایئے

سوال ۳۷:۔ ہماری مائیں بہنیں کہتی ہیں کہ ہمارا اللہ، ہمارا رسول محمدؐ، ہمارا مولا علیؑ لیکن کوئی بھی عورت یہ نہ کہے گی کہ میرے (حق) چار یار۔ کیونکہ وہ گالی سمجھے گی اور شرم محسوس کرے گی بتایئے کہ یہ نعرہ صرف مردوں کیلئے ہے یا عورتوں کے لئے بھی؟

سوال ۳۸:۔ احادیث میں ہے کہ حضرت علیؑ کے لئے تلوار جنت سے آئی، بی بی فاطمہؑ کے لئے فرشتے آکر چکی پیستے تھے، حسنؑ و حسینؑ کے لئے رضوان درزی بن کر آیا اور جوڑے دے گیا۔ آپ کوئی ایسی حدیث بیان فرمائیں کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان وغیرہم کیلئے کبھی جنت سے ایک پیسہ کا موزہ ہی آیا ہو!

سوال ۳۹:۔ حضرت خاتون جنت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے ایمان کے بارے میں کیا خیال ہے؟

سوال ۴۰:۔ اگر وہ مومنہ ہیں تو ان کی اتباع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ ہر صحابی عادل ہے کسی ایک کی پیروی باعث نجات ہے؟

سوال ۴۱:۔ اگر نہیں ہے تو پھر بتلایئے حضورؐ نے کیوں فرمایا "جس نے فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا" (بخاری)؟

سوال ۴۲:۔ اگر اتباع جائز ہے تو صحیح بخاری میں موجود ہے کہ سیدہ طاہرہ حضرات شیخین پر ناراض ہوئیں اور ان کے لئے جنازے میں شریک نہ کرنے کی وصیت فرمائی۔ (روایا صادق متفق اللفات)

سوال ۴۳:۔ اگر حضرات شیخین پر سیدہ کی ناراضگی مانع ایمان و اسلام نہیں ہے تو پھر عام امت پر ان کی محبت کیوں ضروری ہے؟ کیونکہ خدا کی بارگاہ میں امت کہے گی کہ ہم نے خاتون جنت بیبی کی پیروی و محبت میں ان کے مخالفین سے بیزاری اختیار کی۔

سوال ۴۴:۔ آپ کے بقول حضرات علیؑ اور اصحاب ثلاثہ میں کوئی اختلاف نہ تھا، چلئے بالفرض محال مان لیا کہ وہ آپس میں بڑے گہرے یار دوست تھے، لیکن میں کہتا ہوں کہ میں بی بی پاک کی پیروی کرتا ہوں کہ جو رسولؐ کی لخت جگر ہیں اور ان کو یہ شرف حاصل ہے کہ جب وہ خدمت والد گرامی قدر میں حاضر ہوتی تھیں تو حضورؐ ایستادہ اپنی بیٹی کا استقبال فرمایا کرتے تھے پس ایسی عظیم معصومہ کا اتباع باعث نجات ہوگا یا نہیں؟ بخاری و مسلم سامنے رکھ کر فیصلہ کیجئے۔

سوال ۴۵:۔ کیا حضورؐ جب اس دنیا سے تشریف لے گئے تو قرآن مجید امت کے حوالے کیا یا نہیں؟

سوال ۴۶:۔ اگر کیا تو جمع قرآن کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اور دور عثمان تک امت بے قرآن کیوں

رکھی گئی؟

سوال ۴۷:۔ اگر نہیں کیا تو منصب رسالتؐ پورا نہ ہوا کیونکہ رسولؐ کا فرض منصبی ہے کہ خدا کا پیغام امت تک پہنچائے۔ تو پھر دین مکمل کیسے؟

سوال ۴۸:۔ آپ مسلمان کاتبان وحی کی لمبی چوڑی فہرست لکھتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضورؐ قرآن مجید لکھواتے ہے اور محفوظ فرماتے ہے لیکن تعجب ہے کہ بعد از رسولؐ زمانۂ عثمان تک لوگوں کو قرآن نہ مل سکا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

سوال ۴۹:۔ آپ کو حافظوں پر بہت ناز ہے۔ لہٰذا آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ صحابہ میں بہت حافظ قرآن تھے چنانچہ بتایئے حضرات ابوبکر، عمر، عثمان اور علی میں حافظ قرآن کون تھا؟ حوالہ مکمل دیجئے کتاب بھی دیجئے۔

سوال ۵۰:۔ اگر اصحاب ثلاثہ حفاظ قرآن تھے تو پھر شیعوں پر باوجود موجودگی حفاظ کے یلغار کیوں کیا جاتا ہے؟

سوال ۵۱:۔ آپ کے مذہب کی معتمد کتاب اتقان سیوطی جلد ۱ ص ۵۹ پر لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ قرآن میں اضافہ کیا جا رہا ہے پس میرے دل نے کہا کہ نماز کے سوا اپنی ردا نہ اوڑھوں تا اینکہ میں قرآن جمع کر لوں۔ حضرت ابوبکر نے کہا آپ نے ٹھیک کیا

یہ روایت عکرمہ سے مروی ہے جو مذہب سنیہ کا امام معتمد ہے اور اس روایت کو ہر سنی درست مانتا ہے کیا یہ ثبوت کافی نہیں ہے کہ بعد از رسولؐ آپ کے مذہب کے مطابق کلام خدا میں اضافہ کرنے کی کوشش کی گئی اور ظاہر ہے کہ اس کے فاعل مسلمان ہی ہوں گے پھر آپ قرآن کے انسانی غیر محرف ماننے کو کس دلیل سے تقویت دے سکتے ہیں؟

سوال ۵۲:۔ آپ کی صحیح بخاری میں ہے کہ رسولؐ قرآن کو بھول جاتے تھے جب صاحب کتاب نبی ہی وحی بھول جائے تو کلام کی صحت مشکوک ہو جاتی ہے۔ لہٰذا آپ کے مذہب میں قرآن معتمد نہ رہا اور نہ ہی حیثیت رسولؐ قائم رہی جب کتاب و سنت ہی معتمد نہ رہی اور مشکوک ہوگئی تو مذہب یقینی کیونکر ہوا؟

سوال ۵۳:۔ آپ کی بے شمار احادیث کی کتب میں متعدد شواہد مرقوم ہیں کہ آپ کے مذہب کے مطابق قرآن محرف ہے۔ اور اس میں کمی بیشی کی گئی ہے۔ مثلاً اتقان میں ہے کہ سورہ احزاب کی دو سو آیات تھیں لیکن اب ۷۳ ہیں۔ باقی کیا ہوئیں؟ اگر منسوخ ہوئیں تو اس کی ناسخ آیات کی نشاندہی

کی جائے۔ اسی طرح اتقان جلد ۲ ص ۲۵ پر ہے کہ ابن عمرؓ نے کہا تم میں سے کوئی ہرگز یہ کہے کہ میں نے پورا قرآن لے لیا۔ اُسے کس نے بتایا کہ پورا قرآن کتنا تھا حالانکہ اس میں سے بہت سا قرآن جاتا رہا ہے لیکن اُسے یہ کہنا چاہیئے کہ میں نے اتنا لیا ہے جتنا قرآن میں سے ظاہر ہوا ہے۔

ان روایات کی موجودگی میں آپکے مذہب کے مطابق قرآن محرف ہے۔ ذرا تشریح فرما دیجئے۔

سوال ۵۴:۔ کیا اللہ کے حلال کو رسولؐ حرام قرار دے سکتے ہیں؟ قرآن مجید سے جواب دیجئے۔

سوال ۵۵:۔ کیا اللہ و رسولؐ کے حلال کو کوئی اُمتی حرام قرار دینے کا مجاز ہے؟ نص قطعی درکار ہے۔

سوال ۵۶:۔ مولوی شبلی نعمانی الفاروق ص ۱۱۴ پر بحوالہ صحیح مسلم تحریر کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حکم دیا "دو متعہ رسول اللہ صلعم کے زمانے میں تھے ایک متعہ الحج اور ایک متعہ النساء۔ مگر میں دونوں کو حرام کرتا ہوں" حلال رسولؐ و رب رسولؐ کو حضرت عمرؓ نے کس اختیار دینی سے حرام قرار دیا۔ وضاحت فرمایئے۔

سوال ۵۷:۔ قرآن مجید ہے کہ "قال مومن من آل فرعون یکتم ایمانه" یعنی آل فرعون کا مومن اپنے ایمان کو چھپائے تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بحالت خوف ایمان کو چھپانا مومن کیلئے مانع ایمان اور مذموم نہیں ہے۔ پھر شیعوں کا تقیہ کرنا کیوں مذموم ہے؟

سوال ۵۸:۔ صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۲۳ طبع مصر میں حسن بصری سے مروی ہے کہ "التقیه باقیة الی یوم القیامة" جب تقیہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے تو پھر آپکے مذہب میں شیعوں کو کس وجہ سے نشانۂ طعن بنایا جاتا ہے؟

سوال ۵۹:۔ فتاویٰ قاضی خان ج ۲ ص ۱۰۹ پر مرقوم ہے کہ اگر کوئی شخص محارم (یعنی ماں بیٹی بہن خالہ وغیرہ) سے شادی کر کے ان سے مقاربت کرے اگرچہ وہ تسلیم بھی کرے کہ میں شادی کرتے وقت جانتا تھا یہ مجھ پر حرام ہے تب بھی ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر کوئی شرعی حد نہیں ہے۔ کیا ایسے فتوے والا مذہب قابل اتباع ہے؟ عقل و نقل سے جواب دیجئے۔

سوال ۶۰:۔ نص قرآنی ہے "لایمسه الا المطهرون" پھر فتاویٰ عالمگیری جلد ۵ ص ۱۳۲ پر ہے سورہ فاتحہ پیشاب سے لکھی جا سکتی ہے (معاذ اللہ) معقول وجہ بیان کیجئے۔

سوال ۶۱:۔ قرآن مجید کی ہر سورت بسم اللہ شریف سے شروع ہوتی ہے۔ لیکن سورۂ توبہ میں یہ آیت نہیں ہے۔ کیوں؟

سوال ۶۲:۔ جب ہر سورہ کا جزو بسم اللہ بنایا گیا ہے تو پھر نماز میں سورتیں بلا بسم اللہ کیوں پڑھی جاتی ہیں؟

سوال ۶۳:۔ ثناء کو قرآن مجید سے ثابت کیجئے۔

سوال ۶۴:۔ "الصلوۃ خیر من النوم" کا جملہ قرآن مجید میں دکھایئے نہیں تو حدیث مرفوع بیان کیجئے۔

سوال ۶۵:۔ حضرت ابوبکر کے زمانے میں اس جملہ کو حصۂ اذان ثابت کیجئے۔

سوال ۶۶:۔ نماز تراویح باجماعت زمانۂ رسولؐ و حضرت ابوبکر میں ثابت کیجئے۔

سوال ۶۷:۔ نماز ہاتھ باندھ کر پڑھنے کے جواز میں آپکے پاس صرف ۹ روایات ہیں۔ رجال کشی کے اصول پر اُن کے اسناد صحیح ثابت کیجئے اور تمام راویوں کو ثقہ ثابت کیجئے۔

سوال ۶۸:۔ حضرت ابوبکر کے دور سے متعلق کوئی ایسی مثال یا روایت صحیح مع حوالہ بتایئے جس سے ثابت ہو کہ حضرت ابوبکر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے تھے پھر مالکی سُنی ہاتھ کھول کر نماز کیوں پڑھتے ہیں؟

سوال ۶۹:۔ قرآن مجید میں ہے کہ "روزہ رات تک پورا کرو" اور رات اندھیرا اچھا جانے پر ہوتی ہے۔ آپ روزہ جلدی کیوں کھول لیتے ہیں؟ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نماز مغرب کے بعد روزہ کیوں کھولتے تھے؟

سوال ۷۰:۔ آپ کہتے ہیں کہ شیعوں کے قرآن کے چالیس پارے ہیں اگر ایسا ہو تو وہ حوالہ نقل فرمایئے۔

سوال ۷۱:۔ اگر متعہ حرام ہے تو اسماء بنت ابوبکر نے متعہ کیوں کیا؟ ثبوت کے لئے دیکھئے تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی ص ۵۵

سوال ۷۲:۔ مشکوۃ شریف میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ نے حضورؐ سے جناب سیدہؑ کیلئے درخواست کی تو آنحضرتؐ نے فرمایا "انها صغیرة" یعنی جناب سیدہ چھوٹی بچی ہیں۔ تم سے شادی کے قابل نہیں۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

سوال ۷۳:۔ اگر غلط ہے تو اس پر مکمل جرح کر کے ثابت کیجئے عقلاً اور نقلاً۔

سوال ۷۴:۔ اگر صحیح ہے تو عقل سلیم سے فیصلہ کیجئے کہ کیا کوئی انسان یہ باور کر سکتا ہے کہ ام کلثومؑ جن کی والدہ ماجدہ بوجہ صغیر سنی جس شخص کے حبالۂ عقد میں نہیں آ سکتی وہی شخص مدت بعد اسی عورت کی سب سے چھوٹی بیٹی سے شادی رچالے؟

سوال ۷۵:۔ کیا درود شریف کے بغیر آپ کی نماز جائز ہو سکتی ہے؟ اگر ہو سکتی ہے تو ثبوت پیش فرمائیں اور اگر نہیں ہو سکتی تو درود شریف میں محمدؐ و آل محمدؐ کے علاوہ اصحاب و ازواج پر کیوں نہیں پڑھا جاتا؟ جب اصحاب و ازواج پر درود پڑھے بغیر نماز ہو جاتی ہے تو جلسے اور میلاد کیوں نہیں ہو سکتے؟

سوال ۷۶:۔ کوئی صحیح اور مستند حدیث رسولؐ مع مکمل حوالہ پیش کیجئے جس میں مذکور ہو کہ تمام اصحاب و

ازواج پر درود خاص واجب ہے۔ اور یہ بھی بتایئے کہ اگر واجب ہے تو اس کے بغیر نماز کیسے ہو جاتی ہے؟

سوال ۷۷:۔ آپ کے ہاں یہ مشہور ہے کہ خلافت جمہور کی رائے یا اجماع کے طریقہ پر قائم ہو سکتی ہے زبان رسولؐ سے یہ قیاس ثابت فرمایئے۔ حوالہ مکمل دیجئے۔

سوال ۷۸:۔ اگر رسولؐ خلافت کیلئے کوئی ہدایت فرمائے بغیر اس جہان سے رخصت ہو گئے تو پھر سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرات شیخین نے یہ کیوں کہا "الائمۃ من القریش" کیا انہوں نے محض حکومت کے حصول کیلئے جھوٹ بولا؟ نیز خلاف سنت رسولؐ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کی نامزدگی کیوں کی؟

سوال ۷۹:۔ مجمع البحار (محمد طاہر فتنی گجراتی) میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے اقرار کیا کہ میں خلیفہ نہیں ہوں بلکہ خالفہ ہوں اگر آپ انکو سچا تسلیم کرتے ہیں تو خلافت کا انکار کیوں نہیں کر دیتے؟

سوال ۸۰:۔ بخاری و احمد کے حوالے سے صواعق محرقہ علامہ ابن حجر مکی میں مرقوم ہے کہ صدیق تین ہیں "حبیب النجارؑ، حزقیلؑ اور علیؑ" اور علیؑ ان دونوں سے افضل ہیں۔ ان میں حضرت ابوبکر کا نام نہیں ہے کیا وجہ ہے؟

سوال ۸۱:۔ کیا حضرت عمر علم رسولؐ کے وارث تھے اگر تھے تو حضرت علیؑ سے مسائل کیوں حل کرواتے تھے اور یہ اقرار کیوں کرتے تھے کہ "لولا علی لھلک عمر" اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ دیکھئے کتاب ذکر حسینؑ۔ مولانا کوثر نیازی۔

سوال ۸۲:۔ کیا حضرات شیخین اہلسنت نے تکفین و تدفین رسولؐ میں شرکت کی تھی تو شرح مواقف شریف جرجانی اور الفاروق شبلی نعمانی میں ان کی عدم شرکت کا اقرار کیوں ہوا اور اگر شریک نہیں ہوئے تو یاری کا دعوے سچا کیسے؟

سوال ۸۳:۔ مسند احمد حنبل وغیرہ میں ہے کہ حضرت عائشہ نے حضرت عثمان کو نعثل، واجب القتل اور مرتکب کفر کہا اگر بی بی عائشہ صدیقہ (سچی) ہیں تو حضرت عثمان کو ویسا ہی مانئے جیسا آپکی صدیقہ نے کہا۔ اور اگر بی بی عائشہ نے سچ نہیں کہا تو ان کو صدیقہ کیوں کہتے ہیں؟

سوال ۸۴:۔ رسولؐ خدا نے مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑنے کیلئے جو لشکر اسامہ ترتیب دیا تھا اس میں حضرت ابوبکر و عمر کو بھی ماتحت اسامہ جانے کا حکم دیا تھا پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اس لشکر میں کیوں نہیں گئے۔ نہ جانے کا اور حکم رسولؐ کی نافرمانی کرنے کا انہیں شرعی جواز کیا حاصل تھا اگر جواز تھا تو مقرر ہونے والوں میں سے نہ جانے والوں پر رسولؐ خدا نے لعنت کیوں فرمائی تھی؟

سوال ۸۵:۔ موطا امام مالک مترجم علامہ وحید الزماں ص ۱۴۳ حدیث ۲۰۳ میں حدیث تقریر رسولؐ ہے کہ

"ایک صحابی سینہ پیٹتا ہوا آیا اور بال اکھاڑتا ہوا آیا" اگر سینہ پیٹنا ناجائز تھا تو رسولؐ نے منع کیوں نہ فرمایا۔ اور اگر جائز ہے تو آپ کیوں اعتراض کرتے ہیں؟

سوال ۸۶:۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کتاب مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۷۴۹ میں لکھتے ہیں کہ موذن رسولؐ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ سر پیٹتے اور فریاد کرتے مسجد نبوی میں آئے۔ آپؓ کے ماتم کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

سوال ۸۷:۔ مسند امام حنبل مطبوعہ مصر جلد ۶ ص ۲۷۴ میں لکھا ہے کہ "حضورؐ کی وفات پر بی بی عائشہ نے عورتوں کے ہمراہ ماتم کیا اور منہ پیٹا" ام المومنین کے اس فعل کے بارے میں آپکی کیا رائے ہے؟

سوال ۸۸:۔ حضرت علی ہجویری المشہور داتا گنج بخش لاہوری اپنی کتاب کشف المحجوب فصل ۳ ص ۱۱۱ پر میں حضرت عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ خدا امام حسینؑ کیلئے اونٹ بنے یعنی اونٹ کی نقل کی کیا حضورؐ کی سنت پر عمل کر کے حسینؑ کے گھوڑے کی نقل بنانا سنت ہوگا یا بدعت؟

سوال ۸۹:۔ کنز العمال مطبوعہ حیدرآباد دکن جلد ۵ مسند علی کرم اللہ وجہہ ص ۱۲۴ حدیث ۲۳۰۳ میں ہے رسولؐ کریم وضو میں پیروں کا مسح کیا کرتے تھے۔ آپ مسح کیوں جائز نہیں سمجھتے؟ اگر ایڑھیوں کے خشک رہنے سے ایڑھیاں جہنم میں جائیں گی تو موزوں پر مسح کیسے درست ہے؟

سوال ۹۰:۔ بیعت رضوان میں مسلمانوں نے جنگوں سے نہ بھاگنے کا عہد کیا۔ لیکن جنگ حنین بعد از بیعت الشجرہ ہوئی جن لوگوں نے وہ عہد توڑا اُن کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

سوال ۹۱:۔ صاحب تاریخ حبیب السیر جنگ حنین کے بارے میں لکھتے ہیں "پرسید کہ ابوبکر و عمر کجا بودند گفت آں نیز در گوشہ رفتہ بودند" یعنی جب یہ پوچھا گیا کہ ابوبکر و عمر کہاں تھے تو راوی نے کہا وہ بھی کسی کونے میں چلے گئے تھے۔ اس روایت پر تبصرہ کیجئے واضح ہو کہ آپ کے ہاں تفسیر قادری، تفسیر حسینی، روضۃ الصفا، تاریخ الخمیس، روضۃ الاحباب، معارج النبوۃ وغیرہ سے ثابت ہے کہ حضرات ثلاثہ جنگ حنین میں فرار ہو گئے تھے۔ کیا انہوں نے بیعت رضوان کا عہد نہیں توڑا؟ سب کو پڑھ کر جواب دیجئے۔

سوال ۹۲:۔ اگر حضرات ثلاثہ بہادر تھے تو جنگ حنین میں بھاگنے والوں میں اپنی کتاب تفسیر قادری میں ان کے نام لکھے ہیں اور اپنی کتابوں سے مع مکمل حوالہ جات ثابت کیجئے کہ انہوں نے جنگ بدر، جنگ احد، جنگ خندق، جنگ خیبر اور جنگ حنین میں کتنے کافروں کو قتل کیا؟ کتنوں کو زخمی کیا؟ اور خود

ان کے جسموں پر کتنے زخم آئے؟ اور ان کے مقتولین میں سے صرف پانچ نام کتب مع حوالہ پیش کیجیے۔

سوال ۹۳: اگر حضرت عمر بہت بہادر تھے تو جنگ حنین اور جنگ احد میں جتنے آدمی ان کے ہاتھ سے مارے گئے ہوں ان کے نام لکھیے تاریخی حوالوں سے ایک تقابلی فیصلہ مرتب کیجیے کہ حضرت علیؑ اور حضرت عمر دونوں کے کارنامے ان دونوں جنگوں میں معلوم ہو جائیں۔

سوال ۹۴: تفسیر در منثور سیوطی جلد ۵ ص [illegible] اور ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ص ۱۹۹ وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ نے ابوبکر سے فرمایا "تمہارے اندر شرک چیونٹی کی رفتار سے بھی پوشیدہ چلتا ہے" اس حدیث پر غور کریں اور بتائیں کہ پھر وہ صدیق کیسے تھے؟ اور اگر ان میں شرک نہیں تھا تو صداقت رسولؐ سے انکار کرنے کی جرأت کا فرمائیے۔

سوال ۹۵: دیکھیے فتاویٰ قاضی خاں جلد ۱ ص [illegible] پر ہے کہ "اگر نمازی نماز میں کسی عورت کا بوسہ لے اور اسے شہوت نہ ہو تو نماز مردود/خراب نہیں ہوتی" کیا نماز کے علاوہ اور وقت تھوڑا ہوتا ہے؟ آخر ایسی حرکت نماز میں کیوں؟

سوال ۹۶: امام غزالی سر العالمین مقالہ اربعہ ص ۹ پر لکھتے ہیں "صحابہ میں حکومت کی خواہش ان پر غالب آگئی وہ پہلے خلاف پر لوٹ گئے حضورؐ کے فرمان کو اپنی پشت پر پھینک دیا اور اس کے بدلے میں تھوڑی قیمت لے لی اور انہوں نے بہت ہی برا سودا کیا" اس عبارت کی وضاحت و تشریح فرمائیے۔

سوال ۹۷: آپ متعہ حلال کی تو مخالفت کرتے ہیں اور اسے زنا کا نام دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے مگر آپ کی کتاب شرح وقایہ ص ۲۹۰ (مجتبائی حاشیہ) میں ہے کہ "اپنے امام اعظم کے نزدیک اجنبی عورت کی خرچی حلال ہے اور جو اجرت دے کر زنا کرے اس پر حد شرعی نہیں ہے۔" کیا متعہ اس پیشہ سے برا ہے؟

سوال ۹۸: حضرت عثمان بن عفان نے مروان کو مدینہ واپس بلا کر مخالفت رسولؐ کی کیا آپ اس کی مذمت کرتے ہیں یا مدح؟

سوال ۹۹: کتب سنیہ سے ثابت ہے معاویہ نے خلیفہ راشد سے بغاوت کر کے جنگ کی نیز سبط اکبر امام حسنؑ کو زہر دلوایا (دیکھیے محرم نامہ خواجہ حسن نظامی) اور حضرت علیؑ کو منبر پر گالیاں دلوائیں وہ صحابی پاک باز کیوں ہے؟ عقلی دلیل سے قائل کریں اور نقلی ثبوت دیں۔

سوال ۱۰۰: واقعہ حرہ کیوں اور کس کے حکم سے ہوا اور اس میں مدینہ اور اہل مدینہ کا کیا حال ہوا؟ ذرا تفصیل سے روشنی ڈالیے۔

صلی اللہ علی
محمد
وآلہ الطاہرین

طالبِ دعا

سید حسن
علی نقوی

Hassan
naqviz@live.com